

محمد طهیر الدین بابر پادشاه

۱۵۱۵

۱۲۴

محمد طهیر الدین بابر پادشاه

تصطلح الاولین عظمیٰ الآخنین
 محمد طہیر الدین بابر بادشاہ غازی کی
 سوانح عمری

جوہر ہندستان میں خانہ زاد مغلیہ بانی اور صفحہ تاریخ کے اول
 درجے کے ہنستا ہوں میں حتمی و مستقل مزاج ہے

یہ مضمون جمہوری محمد حبیب الرحمن صاحب نے لکھا کہ اس کا ترجمہ حیدر آباد
 میں طبع کر اگر ایک شہر فی انعام حاصل کیا تھا۔
 خاص اجازت رسالہ حسن سیریز کیا گئی

دوسری پیمائش ۹۰ء میں

بغرض اشاعت حکومت مفید

مطبع خادم تعلیم پنجاب لاہور میں تمام کارپردازان مطبع طبع ہو



شاہ بابر غازی

تتاری مغلوں کے خصائص

تتاری مغلوں کے کارنامے پڑھ کر یہ باور کرنے کی ہر ایک وجہ ہے کہ شجاعت اور عزم انہیں ایک فطری جوہر تھا۔ انکی شجاعت اور انکا عزم وحشت سولہویں دو قدم آگے تھا اپنے وطن سے لے کر ماوراء النہر ایران اور خراسان وغیرہ ممالک میں جس طرف گم فوج اور بردباری انکی ہر کامیابی دیکھنے والے سے لیکر سندھ اور گنگا گنگ چنگیز خاں اور امیر تیمور کی تلوار کی کہیں نہ پناہ نہیں ملتی تھی۔ نیشاپور اور جرجانیہ (دارالسلطنت خوارزم) سے بہت سے شہر اس سیل تاتاریں ایسویں ہی میں کہ اب بعضوں کو کشند ملنے بھی دشوار ہیں۔ خلافت عباسیہ کا خاندانی خاندان کو ایک بادشاہ کو ماتہ ہو گیا جسکا مہیب نام ملا کو ہے۔ حسن بھی نیچے انکو فیاضی سے عطا کیا تھا۔ ایرانی تغزل میں ترک سنگدل دلربا کو معنی ہیں۔ مگر حیرت کی بات ہو کہ اس وحشت اور قسوت کے ہونے کمال اور باگمالوں کے قدردان تھے۔ ملا کو خاں کے دربار میں محقق طوسی نہایت محترم تھا۔ مراغہ (ملک آذربائیجان) کی مشہور راجد محقق موصوف نے ملا کو خاں کی سرپرستی میں بنالی تھی۔ امیر تیمور علامہ تفتازانی میر سید شریف جرجانی سے بہت ہی خلصانہ پیش آتا تھا۔

لے بخارا اور بخیرہ خزر کے درمیانی ملک کا نام ہے۔ ۱۲۰

امیر تیمور اور اسکے وارث کے امیر تیمور دیر پاؤ والے تھے کنگا کو تار کی ملک فتح کر کوئی صاحب داعی ملک
 ان ملکوں میں نہیں چھوڑا تھا۔ اور قریباً اس تمام ملک پر وہ خود فرمانروا
 تھا جس سلطنت کی بنا محض قہر اور جلادی پر ہوا اسکی پائنداری معلوم۔ امیر تیمور کو مرتے ہی اس عظیم الشان
 سلطنت کو تمام اجزا پریشان ہو گئے اور اسکے وارث چھوٹے چھوٹے ملکوں پر مستقل ہو بیٹھے۔ اس زمانہ کی
 اسلامی سوسائٹی کا اثر اس واقعہ کو خوب معلوم ہو سکتا ہو کہ امیر تیمور کو جابر اور بدوحشی بادشاہ کی اولاد
 میں شیعہ تہذیب اور اربعہ بیگ میرزا سے نیکدل۔ کریم النفس اور عالم بادشاہ ہوئے۔ اسکی اولاد میں نہ تو
 کوئی ایسا زبردست تھا جو جب کو زیر کر کے خود تمام سلطنت کا مالک ہو جاتا مگر وہ ایسے پست ہمت
 تھے کہ اپنے اپنے ٹکڑے پر قلعہ رتے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اڑائیوں کا ایک غیر مسلسل سلسلہ ہمیشہ ہم
 برپا رہتا تھا جس زمانہ سے ہماری سیر کو تعلق ہو اس زمانہ میں سمرقند پر سلطان احمد میرزا بابر کے ایک چچا
 کی حکومت تھی۔ اور یہ خشل۔ قندھار۔ اور تہارند اور قندھار پر سلطان محمود میرزا کی عہداری تھی۔ اور کابل و
 غزنی پر بیگ میرزا تھا جس نے تہارند و شہر خیر پر بابر کا ماموس سلطان محمود حکمران تھا اور خراسان
 پر سلطان حسین میرزا کی فرماندائی تھی۔ ولایت فرغانہ پر بابر کا باپ عمر شیخ میرزا حکم تھا۔

باب بابر کا عمر شیخ میرزا بابر کا باپ سلطان ابوسعید میرزا کا بیٹا اور سلطان ابوسعید میرزا امیر انشا
 کا پسر امیر تیمور کا پوتا تھا۔ پستہ قد۔ فرہ اندام۔ ڈارہی گول۔ رنگ سرخ رنگون۔ یہ خلیفہ جو۔
 عمر شیخ میرزا کا بیٹا تھا۔ محمولی صاحب حضرت عہد احمد از رحمتہ اللہ علیہ کا لڑکا تھا۔ مرید تھا۔ اور حضرت
 خواجہ بھی فرط شہادت سے فرزند فرمایا کرتے تھے جنسی الذہب ناز و تلاوت کا پابند۔ بڑا باوقار اور خوش میل
 تھا ایک مرتبہ خراسان کا گروان تھا۔ انہما۔ انجمن و قریب بہاروں پر سردار ہوتے سب آدمی قلعے کو گھا
 کر ڈالے۔ عمر شیخ میرزا نے ان کو قتل کر دیا۔ اور تمام اسباب جنگ کو کھنڈا کر کے چھوڑا۔ اور برس کو بعد خراسان اور قندھار
 سوال کو وارث بخش کر کے بلوچانہ اور بال انگو سوپ دیا چونکہ امیر تیمور کا پوتا تھا اسلئے ہمیشہ ملک گیری کی ہوس
 میں اپنی جہاٹیوں سے بھرے تھے۔ انکو زیر کر نیکو کہی تو مسرسل والوں کی مدد لے کر تہارند و گسی خود مسرسل والوں
 پر چڑھ دوڑتا تھا۔ بابر کہتا ہو کہ کبھی تو عمر شیخ میرزا کی بد معاشی کو سبب اور کبھی خود اپنی غفلت کو سبب یہ کہ
 اسکی ولایت میں نہ نصیر ہو اور ہمیشہ اپنے ملک کو خستہ کر کے لوٹ لوٹ کر۔ اسلئے کہ مسرسل والوں کی مدد سے
 نے افغانان کو شمال سرحد کو قریب مانتے ہوئے۔ دیکھ کر مسرسل والوں کو خستہ کر کے پھر مسرسلان سے کڑی ہو۔
 تہ سربانی افغانان ایک شہر جو تہ۔ ابراہاد در سربانی تہ۔ بابر کا تیسرا بیٹا تہ۔ سمیع کو شمال میں تہارند و بلخان تہ۔

محمّد قادیانہ نہیں ہوا بلکہ جو ملک تاشقند و شاہر خذہ ملکوں کو جو میں دیو گونگ و دیو ہیشہ کیو سلطو و عرش مرزا کو قبضہ و کھل گئی۔ ہر رضا و شہادہ کو جس کے قلعہ میں کبوتر خانہ کی چھت پر کھڑا تھا کہ کبوتر خانہ مع ایک زمین پر رکھنا اور عرش مرزا کی روح عالم بالا کی پرواز کر گئی۔ وفات کو وقت اس کی عمر ۶۶ برس کی تھی اور اسی میں فوت ہوا۔

بابر کی مان کہ بابر کی ماں قلعہ ننگر خاتم یونس خاں کی بیٹی تھی یونس خاں مسیحیوں کی اولاد میں تھا اور بخولستان کو جو بگوں پر اس کی سرداری مسلم تھی۔ اس طرح بابر کی رگوں میں تیمور اور جنگلہ سر دواد و العزیز مونا کا خون جوش زن تھا۔ اس کی ماں ایسی ہی پیدا ہوئی تھی جیسے اس نمان کی ایک ترک عورت ہوئی تھی۔ بابر نے لکھا ہے کہ اکثر مسکوں اور لڑائیوں میں ہمیری ماں ساتھ رہتی تھی۔ لہذا میں چھہ رخصت ہوا یہ کہ کابل میں فوت ہوئی اور وہیں سپرد خاک کی گئی۔

ولایت فرغانہ کہ ولایت فرغانہ ترکستان کی ایک چوٹی سی ولایت تھی جو دیو یا دیو بھون کو دنا کے قریب اسکے دو ٹوٹکا روپہ واقع تھی۔ مشرق میں کاشغر مغرب میں سمرقند جنوب میں کوہستان سرحد بدخشان اور شمال میں غیر آباد ملک واقع تھے تین طرف پہاڑی سی محصور تھی اور شمال جنوب یا مشرق کو دشمن صرف غریب کی طرف سے دیکھ کر حملہ کر سکتے تھے۔ یہ ولایت سمرقند اور دیو یا دیو بھون اور چھٹے چھوٹے چھوٹے سمیراں جو جو بکتیں ایک سرحد ملکتے نازل ہوتی ہیں ان میں سے پہلی شریک تھا عام ملک کی آج ہوا دعوت بخش تھی۔ باشندے شیخ و اقوی تھے اور غلام و مسودہ کثرت سے پیدا ہوا تھا۔ اوش۔ اندجان۔ مرغیان۔ افغ۔ خجند۔ شہر نصیب تھی اور ان کا نقشہ میں اکیس لکھ تھا۔ بابر کو عہدہ میں اسفروہ۔ اوش۔ اخی۔ دو واد نصیب تھی۔ لیکن اب ان کا نشان نقشہ میں نہیں۔ مسلمانوں کی قبلہ کی کو لوں میں بعض نہایت مشہور بالوں پر یہ خطہ ہی نازان تھا قطب صاحب (جنگ نامہ) میں (ہی) اوشکے اور صاحب دہایہ مرغیان کو اور خواجہ کمال خجندہ کو فتح و عمر شیخ مرزا نے اخی کو دارالسلطنت قرار دیا تھا۔ اس کا قلعہ شہر سے ایک میل دور پہاڑ اور دیکھو در پر پہاڑ تھا اور دیو یا دیو بھون کی پر زور موجیں اس کو بلند اور استوار فیصل کو قدم و ہجو ہو کر پیا کرتی تھیں۔ یہ ولایت ہی جو بابر کو وراثت میں ملنے والی تھی۔

بابر کی پیدائش کہ محرم ۱۵۰۰ کو وہ نامور بچہ پیدا ہوا جو ملک ہندوستان میں ایک عالم نشان سلطنت قائم کرنے والا تھا۔ بابر اپنے والدین کا سب سے بڑا بیٹا تھا شامی شاعر نے تاریخ ولادت کو جو در شش محرم زاد آن شاہ مکرم تاریخ مولدش ہم آید شش محرم اسکے بچپن کا کوئی حال بیان نہیں ہوا ہے صرف یہ معلوم ہے کہ پانچ برس کی عمر میں سمرقند پہنچا

سلطان احمد میرزا کو پاس کیا اور اس کو چاہئے پتی پتی عایت سلطان بیگم کی نسبت اس کے
 ساتھی کے ساتھ قندھار جان کر وہاں اہل کے قریب جو اس زمانہ کو ناخوشہ اپنے اتنی مسافت طے
 کر ڈالتے تھے اور پھر اس وقت کو دشوار گزار گھاٹ پر خطہ راستے کے ہجوم پر پہاڑ اور دریا جو دواور
 ہر دم دشمن کا خون افرویں پیسہ جو تمام عمر گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلتے اور آج سفینوں
 سے زیادہ آسائش جو باہر کی تعلیم و تربیت قاضی عبد اللہ المشہور بجاہ مولانا کے سپرد کی گئی
 یہ قاضی عبد اللہ شیخ الاسلام برائے الدین کی اولاد میں اور خواجہ عبید اللہ حرار رحمت اللہ علیہ کے
 مرید تھے فرغانہ مذہبی مقتدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے با انہیہ علم و فضل بہادری کا جو بھی نکلنا
 بشتانی پر نمایاں تھا۔ بارہ ہند جو بڑا بہادری تھا مگر انکی ثبات و استقلال اس کو بھی حیرت
 مئی اگرچہ شیک طہ پر یہ نہیں معلوم تھا کہ ہستادوس کے کیا کیا پڑا لیکن باہر کی سرگزشت شاہ
 سے کہ خواجہ مولین کی تربیت نے اس کو دل پر کھراڑا تھا اور اقتدار ستارسی اور ساوکی جو کچھ
 کوہ نوہ کی طرح تاباں میں وہ زیادہ تر اسی باضاد کے فیض تربیت سے حاصل ہوئی تھیں جس کے
 علمی لیاقتوں کو آخری ریمارک میں بیان کرینگو شان تیموریہ کا یہ قاعدہ رہا کہ کچھ کو سمجھا رہے تھے
 پر کسی امیر کی سپردگی میں انچہ دور دراز ملکوں کو بھیج دیتے تھے ملک کی حکومت میں برائی نام لکھا
 شامل ہو جاتا تھا اور ان کو در و اطوار کے نگران رہتے تھے ۱۱ برس کو شروع میں بارہ شیخ فرغانہ
 بیگ کی ماتحتی میں انجہان میں پہنچا گیا خواجہ مولین بھی ہمراہ تھے اس سال سلطان احمد میرزا
 اور سلطان محمد داخل (ابراہیم کامو) غور پنج میرزا کی لڑائیوں سے تنگ آکر باہم متفق ہو کر اور دونوں
 نے جنوب اور شمال سے اس کو ملک پر حملہ کرنے کو حرکت کی۔ شدید موت کو بھی ان حملہ آوروں کو سزا
 پوری ہمدردی تھی کہ انکو فرغانہ میں قدم رکھتے ہی اسے بھی اپنا واد جیسا کہ بیان ہوا غور پنج میرزا
 پر کیا بابر اندجلان میں دم نہ لینے پایا تھا کہ باب کا سانچہ پیش آیا۔ ہر مصلحت الہا بارک اللہ جو کباب
 چارباغ کی سیر کا لطف اٹھا رہا تھا کہ اس خاوشی خبر پہنچی اول تو اس جہول عمر میں باب کی مخالفت
 دوسری ملک دشمنی کو گھر سے اسنوی بیتاب ہو گیا اور جو کورواں موجود تھا انکو پہلا کیسویہ اقلیدہ
 پہنچا اور قلعہ میں پہنچتے ہی تخت پر جلوہ افروز ہوا۔

باب کی تخت نشینی کے اس وقت اسکی عمر ۱۱ برس کی تھی تخت پر بیٹھتے ہی صاحب ہر طرف
 کمر بستہ ہو کر اور جو دشوار گزار گھاٹ پر گولے کو تیرا اسکی اہلی منسل تھی پر مٹی بجاوے کے تخت نشینی کا
 ہتھکڑیاں نہ تھا کہ گرم ہوتی ہر شخص کو رہی فکر میں نہ کیا کہ سلطان احمد میرزا نے

لیا ہوا اندھان سو چار کوس پر ان پہنچا تھا بلوخان جب آگاہ ہوا ہے تو اس کے آثار پر پہنچے وہیں ہوا
لگتے میں احمد میرزا کا بلوخان جب شہر کو قریب پہنچا تو سرکہ طلب طبیعتیں فاسد ہو چلیں لیکن باوجود
نور انیک مفسد کی گردن اڑا ددی اور بادہ فساد وہیں افسردہ ہو کر رہ گیا۔ خواجہ مولانا اور دو
اور امیر سلطان احمد میرزا کی خدمت میں شہر پہنچے کا یہ سعادتمندانہ پیام لیکر گئے کہ سر قند سے شہر کو
چھوڑ کر حضور کا یہاں رہنا تو معلوم۔ فتح کے بعد یہ ملک ضرور کسی ملازم کے سپرد ہو گا۔ میں غلام
بھی ہوں اور فرزند بھی ہوں۔ اگر یہ خدمت میری سی سپرد ہو جائے تو بہت سی دوسری کم ہو جائے گی
سلطان احمد میرزا نہایت نیک نفس آدمی تھا اس پیام کا اثر اس کے دل پر بہت ہوا لیکن جیسے
اکثر نیک حاکم ہوتے ہیں اس کو مزاج پر امر اور بہت عادی تھو وہ اپنا فتنہ کیوں چھوڑے تھے سخت
و درشت جواب دیکر ایلمی واپس کر دیئے اور سلطان احمد میرزا آگے بڑھا تو منبہ الاسباب
کی شان کو بھی دیکھو چند اتفاقی سبب ان سے ہو گئے کہ سلطان احمد میرزا کو ناکام پھرن پڑا تو دہر کر
ہوا قیوم کا لشکر ایک نئی کچھوڑ کر رہا تا کہ کل ٹوٹا اور بہت سی جانیں تلف ہو گئیں۔ اتفاقاً
حاجہ برس اور دوسرے بھی ایک ایسا ہی واقعہ گزرا تھا اور اس کے بعد اس کو میدان جنگ میں ناکامی ہوئی
تھی بلکہ جہاں سے ٹوٹا انکو اگلی شکست یا دوائی تھی اور بد شگون کے خیال نے (جو ایشامیں بہت تو
چینی ہے) سب کو دل ہلا دیو۔ گھوڑوں میں و بار اس کثرت سے پھیلی کہ طویلے خالی ہو گئے اور
سب سے زیادہ اہم یہ بات تھی کہ بابر کو نوکر اور رعایا ایسے سنگدل تھو کہ مخالفین کو اپنی فتح یقینی نہیں
معلوم ہوتی تھی ان وجہ سے سلطان احمد میرزا کو مناسب معلوم ہوا کہ اس وقت ناپائذاری سے صلح
کے کے چلا جائے۔ اس طرف سے درویش محمد تیر خاں آیا اور احاطہ طرف سے حسن پہنچا گیا اور دونوں نے
عہد کیا جس کے ماتہ میں گویا شکست لگی ہوئی تھی۔ عہد کے بعد سلطان احمد میرزا سر قند کو لوٹ
گیا اس جنوبی غنیمت سے اطمینان ہوا ہی تھا کہ شمال کی طرف سے سلطان محمود خاں نے حملہ کیئے۔ لیکن
کچھ مفید نہیں ثابت ہوئے۔ خدا کی شان سلطان محمود خاں بیمار پڑ گیا لڑتے بھڑتے بھی تنگ
آگیا تھا تا کہ جرم صاحبوں سے لڑتے ہوئے بھی شرم آئی ہوگی۔ وہ بھی جدہ سے آگیا تھا اور دوسرے چلا گیا
اس کے بعد اس کا لشکر کا شہر سے ہٹ گیا۔ لیکن فوج بابر سے سرکہ لڑتے ہی اس کو معلوم ہو گیا کہ وہ کون
میدان کا کھیت نہیں تھا بعد دیکھ کر ہی جان بچا کر بھاگ گیا۔ ان بلاؤں و تلجبات پاکر باب
کی عزا ددی بابر نے کئی اندھان سے جہانگیر میرزا کو مخم کی بجائے اور املا کو فخر اور سبائیں کو گھانا
اس کے ساتھ ساتھ اس کو ملک کا انتظام سونپ دیا کہ اندھان اور محل شاہی کا انتظام جس قدر

پیش پر قاسم بیگ جاگ گیا۔ اسی پر اوردو دل حسن اور مرغینان پر علی دوست طنائی ہوئی۔ سلطان احمد میرزا کوٹے ہو کر اراستہ میں لاند جان کر عرب میں ایک مقام پر پہنچا۔ مہاکاہل نے آگھیر اوچے روز بخار میں مبتلا رہ کر یہ نیک بادشاہ جسے اپنی رعایا کو آراہ و قیام ۴۴ برس کی عمر میں رحلت کر گیا۔ اس کا کوئی وارث نہ تھا۔ امرائے اُس کے بعد سلطان محمود میرزا والی بدخشان کو پاس بلوئی پہنچا۔ وہ یہ مرزہ جان نواز سر قند کو بہت اہمیت دیتا تھا۔ ملک قبضہ میں تھا۔ سر قند پر جاگ کر لوگوں کے اس کی سرحد ہار کے ملک و ملکی اور اس کو بابر کا ملک چھین لینے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن اس کی اس کا میاں کیو اسطو دوسرا ہی پہلو اختیار کیا۔ سلطان محمود خاں اور سلطان احمد میرزا امرائے باری کے اتفاق اور مردانگی کے سبب ناکام ہو کر پوٹو سے خوافا ملک کو خفیہ سازش شروع کی۔ اسی زمانہ میں اسے اپنے بیٹے مسعود میرزا کی شادی بہت دوہوم و دام سے کی تھی بابر کے پاس بھی ایک ایچی کو سولے چاندی کو پتہ ہوا۔ مگر دیکھ کر ہوا۔ اور اس وقت کا تو یہاں تباہی و تفت میں قاصد حسن یعقوب خاں کا رشتہ دار تھا اور اس دام سازش کا جو اس کا وقت پہنچا تھا ایک چھند اپنی عزیز کے گلے میں ڈالنے کو آیا تھا۔ عیار سفیر نے حسن یعقوب کو پہان لیا اور دے لیکر اپنی بادشاہ کے دربار کو لوٹ گیا۔ پانچ چھ مہینہ کے بعد حسن یعقوب کو تو یہ خبر ہوئی اور اس نے یہ منصوبہ کاٹھا کہ بابر کو معزول کر کے جہانگیر میرزا کو بادشاہ بنا کر امرائے خیر خواہ اس چال کو پا گئے اور جا کر بابر کی نانی سے یہ خبر بیان کیا کہ میرزا کی نانی کی نسل راجا اور تدریر میں بہت کم عورتیں ہونگی۔ نہایت عاقل اور مدبر تھی اور اکثر مسائلات اس کو شور سے ہوتے تھے۔ وہاں یہ بات قرار پائی کہ حسن یعقوب معزول کر دیا جائے۔ وہ ایک علمدار ایک میں راکٹا تھا۔ بابر اس کو معزول کرنے کوڑے پر سوار ہو کر چلا۔ حسن یعقوب اتفاقاً شکار کو گیا تھا۔ جاسوسوں کو شک کا وہ اس کو خبر پہنچائی اور وہ سیدہ سمرقند کو چلا آیا اس کو جانیکو بعد اور امرائی تحقیقات کی گئی اور جو شہتہ نکلے وہ گرفتار ہوئے۔ حسن یعقوب سمرقند جاتے ہوئے جسنی چوٹ چڑھا اور وہ میں ایک تیر انداز نے تنگ حرامی کا مزہ چکھا کر دوسری جہان میں پہنچا۔ یہ سلطان محمود میرزا جو دام سازش میں انکو پہان رہا تھا کہ بیچ الاخر شہتہ کو خود اجل کا شکار ہو گیا۔ سلطان میرزا تباہی ظالم اور فاسق تھا اور اہل سمرقند اس سے نہایت تنگ آ گئے تھے خسرو شاہ نے جو اس کا مہر کہ غلبہ مقتدر لیر تھا مصلحتاً اس کی وفات کو جیسا یا مگر اتنا بڑا واقعہ کس پردہ میں چھپ چکا ہے۔ محمد اعظم شہر میں شہرت ہوئی شہرت کو ساتھ گھر گھر خوشی کے شاد دینے بچنے لگے اور بلی شہر

مستحق ہو کر خسرو شاہ پر چڑھ گئے اور وہ اپنی جان لیکر شہر سے بھاگ گیا۔ سلطان محمود میرزا کے قابل ذکر چار بیٹے تھے۔ سلطان محمود میرزا سلطان بایں شہر میرزا، سلطان علی میرزا اور خان میرزا اس کی اپنی حیات میں محمود میرزا کو حصار اور بایں شہر میرزا کو بخارا اور میرزا محمد بایں شہر حادہ کی بعد امرار نے بایں شہر میرزا کو بخارا سے ہٹا کر بایں شہر میرزا پر چھایا۔ سلطان محمود میرزا کی شاہی سرکار سلطان محمود خاں نے (جو ان شاہزادوں کا بھی ماموں تھا) بعض کورنگ امرالکے تحریک سے سمرقند پر حملہ کیا۔ بایں شہر میرزا مقابلہ پر آیا۔ لڑائی کے بعد سلطان محمود خاں کو شکست ہوئی اور کثرت سے اس کے منزل کام آئے۔ اس فتح سے اہل سمرقند کے حوصلے بڑھو اور طبع آزاد کو بار کے ملک پر چڑھ گئے۔ سمرقند پر چڑھ کر آسمان آید۔ اگرچہ برومیری و قضا بایں شہر بر زمین نرسیدہ ہوئے۔ خانہ النوری کھلا شدہ اسفرز پر قبضہ کے کہ شہر میرزا کا خلیفہ ہو گیا۔ بایں شہر کے مقابلہ بڑا اور چالیش دن کو محاصرہ کے بعد تنگہ اگر دشمن نے قلعہ چھوڑ دیا۔ خند بابر کے باب کو قبضہ میں تو تنگہ پچھلے جل میں ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ بابر نے اسفرز سے بڑھ کر اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہاں ہٹ کر معلوم ہوا کہ سلطان محمود خاں قریب شام خیزہ میں ٹھہرا ہوا ہے۔ عمر شہر میرزا کی وفات کے بعد یہ حضرت بھی ہائے ملک پر قوت آزمایا ہو چکے تھے۔ بابر نے سوچا کہ آخر ماموں اور بھتیجہ قریب ہی ہو کر مل کر آؤں۔ گزشتہ کہ دریں ہی ماموں بایں شہر کے کہنے سننے والا بھی تھیں کہ نیکے یہ سوچ کر شام خیزہ جا پہنچا۔ اسکا ماموں اپنی باج کے چار درہ میں مہتابیہ چار درہ میں قدم رکھتے ہی بابر نے اپنے خزانہ پر حق و فہم ڈھاری (دیا اس زمانہ کا ادب ہے) اور بھی عظیم کیواسطے آگ لگا کر ہوا اور نکل سے نکال دیا۔ بابر نے پہر زانو پر ڈھکے ڈھری۔ اور ماموں نے کپڑاں بٹھائی اور شفقت خاصہ کی بابر دو چار روزوں رہ کر اپنی شہنشاہانہ جان کو لوٹ آیا۔ بابر نے یہ بھی دور اندیشی کی کہ ماموں سے صفائی کر لیا۔ آگ جل کر آب دیکھنے کے کہ اکثر آدمی و قسوں میں اپنا ماموں کو وہ دلا دلا اور ماموں کا کہہ چکے تھے۔ پناہ کیلئے گھٹارا اگر اتنا قریب ہی ہو کر بابر سلطان محمود خاں کو نہ ملتا تو اسکو واپس کاوش پڑ جاتی اور پھر کسی شکل میں بابر کا منہ نہ پڑا کہ اس کو تک چاہتا۔

فتح شہر میرزا سلطان محمود میرزا کو بیٹے شہر کہ طلب ایرانی ہاتھوں میں کچھ بدیلیں بنی ہوئی تھیں۔ اسکی اپنی شہر میرزا کا خلیفہ کہہ کر ملک کو اپنی ہی چولی میں ڈالنا چاہتا تھا۔ بایں شہر میرزا سمرقند کو اسفرز اور انیس میں ہوتا۔ سلطان علی میرزا امرار کو قبضہ میں تھا اور سلطان محمود میرزا پر جنابیں خسرو شاہ محیط ہوتا تھا۔ اس آٹھ ہونانہ میں اکثر فوج کو آدمی ان سوچا ہو کر بابر کے پاس چلا آئے۔ بابر نے جو یہ حالات

نے نہایت زور دیا جس کی اس قدر ہمسر قندہاں جو بد مزگی ہو ہی چکی تھی مثال نہ مل سکے۔ ہمسر قندہاں
 در شہر کو ہفت برس کی عمر کو کچھ یا اسی سال کے سولہ برس کی عمر میں سہارا جو ان ہمسر قندہاں
 نے چلا اس سفر کو آئندہ مصائب کا دیباچہ سمجھنا چاہیے۔ مشرق کو تو بارے حملہ کیا اور مغرب (بخارا)
 سے سلطان علی میرزا اور جنوب (اصدار) سے سلطان مسعود میرزا ہمسر قندہاں کے لئے کوڑے اور تینوں شاہی
 نے ہمسر قندہاں کو اگر گھبراہٹ میں چار مہینے محاصرہ ہی میں گزار گئے۔ اسی عرصہ میں سلطان علی میرزا نے
 اپنے ایک امیر کو اتفاق اور بھینسی کا پیام دیکر بابر کے پاس بھیجا اور بھیجا رضا مند ہو گیا اور بھینسی کا
 صلہ کر لیا۔ اب ہمسر قندہاں کی کثرت شوہنے لگی۔ ہمسر قندہاں نے یہ برف بھی عجیب مصلح ہے کیسی ہی
 جو تیار لکھو مقلد پر پڑے ہوں جا رہا تھا اور دونوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ ایک تو برف کی نصبت
 دوسرے کو گھاس اور غلہ کھل نہیں مل سکتا آخر انسان کیا کرے۔ نیکو لیں عظیم کو ماسکوں میں جو کھانا
 اس رستان نے دی یعنی۔ ایک زمانہ اس کو واقف ہے۔ جاڑے کے آتے ہی تینوں شکر
 اپنے اپنے مرکز کو چلے گئے۔ سلطان مسعود میرزا ہمسر قندہاں کے ایک امیر کی حور و شادابی پر فریفتہ بنا
 لوٹنے وقت نکلی کر کے اپنی آرام جان کو لے گیا اور اس خوشی کے خلد میں ہمسر قندہاں سے ہمیشہ کو
 لویا دست بردار ہو گیا بلکہ بابر کی شہادت کے سبب اس محاصرہ کا اسم مقصود وصال جاننا
 ہی تھا۔ شہر کے قتل بہار میں بابر نے یہ ہمسر قندہاں کی بچھڑی برس بار اور سلطان علی
 میرزا سے یہ عہدہ ہوا تھا کہ گئے موسم میں دو نو متفق ہو کر حاکم رہے۔ بابر نے ہمسر قندہاں کو اس کا
 علی میرزا پہلے سے موجود ہے اور یہی ہمسر قندہاں کے مقابل شہر سے باہر پڑا ہے بابر کی آمد
 سکرالستہ میرزا قندہاں نے ہو کر شہر راہ ہمسر قندہاں کے نزدیک ایک قلعہ تھا۔ اول بابر نے اس کو
 فتح کیا اور عید الفطر کی نماز دہان پڑھا گئے بڑا۔ ہمسر قندہاں کے چند امیر مع تین سو آدمیوں
 کے باہر سے راہ میں گئے اور یہ ظاہر کیا کہ حضور کی قدم پوسی کی آرزو تھی لائی ہے جس تو
 سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا قلعہ کے پچانیکا بیڑا تھا کہ ہمسر قندہاں کے دہار سے نکلے تھے۔ تہی سال
 جو عالم گیر گون دیکھا۔ بابر کے ہوا خواہ بیٹھے۔ بابر اس قلعہ بھی محاصرہ کئے پڑا اور قلعہ والوں
 کو ایک ہفتہ میں اس کی فتح کا قدم آگئے ہی تھا۔ یہاں تک کہ تفصیل تک نہ لکھتے تھے لگی یا ام
 محاصرہ میں ہمسر قندہاں کے ہوا خواہ بابر کے شکر میں کثرت سے مال فروخت کرنے آگئے تھے ایک
 روز عصر کو قندہاں کے لوگوں نے فساد کر کے ان کو بوٹ لیا۔ بابر نے یہ سکر حاکم دیکر ان کا
 علی بھنسنہ دیا کہ یہاں صبح کو ایک بیرون نہیں چڑھا تھا کہ سوہا اگر اپنے بل سے چھوڑا

اور علی عبدہ بن مسعود کو پاس نہیں رہی۔ اس کے لشکر کے ضبط و ترتیب کا انداز اس واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ اہل قلعہ بہت تنگ آئے تھے اور بار بار کاہلہ بھاری ہو چلا کرتا اور امید ہوتی تھی ایک دو روز میں سمرقند فتح ہو جائیگا کہ کتاب بیع نیزان میں آپ علیہ السلام سرودی کی گونج بلند اسی شروع ہو گئی اور سلطان علی میرزا آجارا کو لٹکایا۔ بارہے مجلس کے لشکر منعقد کی اور کونسل میں پیدائش کو قرار پائی کہ شہر غریب فتح ہونے کو ہے اپنی ملک کو واپس جانا مناسب نہیں نہیں کسی جگہ قتلخان (سرگناری) لکرنی چاہئے خواجہ دیدار کا قلعہ متصل تباہ و بارابری فتح ہٹا لایا اور چند روز مکانوں کی تباہی انتظامیہ باہر پڑا۔ بائیس میرزا شیبانی خاں کو ترکستان کی بیٹی مت کر کے بلایا تھا جس روز باہر میدان کو لشکر قلعہ میں پہنچا امیر و خیرانی کہ شیبانی خاں آ رہی۔ بابر کو لشکر کے اکثر آدمی قتلخان کے بندوبست میں منتشر ہو گئے تھے۔ خیر کے چاہنے موجود تھے انہیں کو لیکر میدان میں آجما شیبانی خاں کو قدم مقابلہ نہ جم سکے اور سید با سمرقند کو چلا گیا وہاں پہنچ کر شیبانی خاں اور بائیس میرزا میں بے لطفی ہو گئی اور شیبانی خاں اپنی وطن کو واپس بائیس میرزا جب ادھر سے وہی مایوس ہوا تو اپنی دو تین بوختہ محل سپاہی لیکر خسرو شاہ کے پاس قندھار چلا گیا۔ خواجہ دیدار کا قلعہ میں قاصد شہر لے کر پہنچا اور یونہی سے ہی بابر سمرقند چلا آیا۔ راستہ میں اکابر و امرا ہر جگہ استقبال کو موجود تھے سمرقند اگر بابر تخت پر بیٹھ گیا اور امرا سمرقند پر شاہان گذشتہ کی مانند اسے توجہ کی۔ اپنی امرا کو بھی محلے قدر مراہم انعام سے شاد کا حکم کیا۔ شہر سمرقند اور اسکے نواح کا ملک مسلسل حملوں نے بالکل تباہ کر رکھا تھا اور وہاں کے باشندے خود کو محفوظ تھے بابر نے بہت سخت فرمان جاری کیوں کہ عدا یا ناخوش و تاراج کیجا و سب قتل و کشتار کی جاٹ پر ساتھ گئے یہ حکم سن کر بدیل ہو گئے سب جو فوج کو ہمارا تھا وہ بھی ختم ہونے لگی۔ باہر سے رسد نہ آسکی اسلئے لشکر میں ایک اتہری لگ گئی اور محل سب کو سب جلد ہی آؤ و قتل خان اور احمد نسل و امیر بھی نکلے گی کر کے نکل بھاگے اور باہر نکل کر یہ سیم ڈالیا کہ جہاں لیکر میرزا کو قبضہ میں کر کے بھاگتے پر کمر بستہ ہو گئے۔ خسی و اند جان پہنچ کر بابر کو شیبانی خاں اپنی زمانہ کا نام اور دروہلہ سپاہی پچھتے میں ترکستان میں پیدا ہوا اسکے باپ دادا اگر امیر تھے تو شیبانی خاں کے ہوشیا۔ چھوٹے سوار علی واریت کلاہ و ختم ہو گیا تھا شیبانی خاں کو یکسی میں کروانا نہ لکھلا کر تباہ علیہ السلام میرزا بادشاہ سمرقند لیکر میرزا کی تباہ و تیرتے شیبانی خاں کی حالت دہشت ہو گئی کہ لوگ اس کو جمع ہو گئے اور تفراتی شروع کر دی جس میں کو باہمی خائیں شیبانی خاں عروج کر گیا ایک جہانی کا ملک لوٹ آیا تھا اور دوسری حالت یہاں کی بنامیں جابھی تھا آخر تمام کر کے اندر آ کر پادشاہ کرکے بخارا اور سمرقند کو دنگ کر دیا جو کچھ سلاو کو کچھ وزیر نہیں ہوا تھا ان میں ان کو ہوشیار کیا یا۔ شیبانی خاں نے غائب ہو کر اسی جتنے بابر کو دوبارہ بلائے تھے پھر آکر آمادہ کیا +

جنگ میں جیسا بچا تو یہ کیفیت سنی کہ باغیوں نے خواجہ مولانا کو قلعہ کے دروازہ پر بھارتی فوج
شہید کر ڈالا۔ اور تمام محل و اسباب انکا لوٹ لیگئے۔ بابر کی یہی مثل ہوئی تھی جس کا قصہ
سوانحہ حیران علی کا باب ایک پر نشان ہو کر کہی مرتبہ اپنے ہاتھ کے پاس لکھنے لگا اس
مرد دی لیکن بے سود کیسی لگے کہ وہ جو رہتا ہو پھر کئی کہی منزل مقصود پہنچی نہ تھا تو مار
اور ہم کو اوہو را چھوڑ کر لوٹ گئے۔ یہی آج پڑھا کہ مخالفین نے جہانگیر کی طاقت پر پناہ
لی تھی۔ جیسا بھانجا ویسا جہانگیر۔ جب بابر نے ہزار گناہ کو آسمان پر بٹھائے تھے جب دوسری طرف
سے جہانگیر کا اثر پڑا چھپے پھرے نظر سے دیکھ کر وہاں جو منلوں میں اتنی سمجھ رہی تھی کہ باغیوں
کی عیاری کو پا جائے بابر کے اکثر نوکروں کے اہل عیال اندجان میں پھنسے ہوئے تھے بادشاہ
کو جن مصیبتوں میں گرفتار رکھ کر انکے بھی جی جھوٹ گئے اور اسکی رفاقت چھوڑنے لگے جن
ہی روز میں ہمارے ہوں کی تعداد گھٹ کر دو تین سو رہ گئی یہ وقت بابر پر نہایت مہلک تھا کہ اس
حیثیت کو کہ اسکی سب کو بڑی تباہی تھی بلکہ اس وجہ سے کہ تجربہ نے ابھی اسکا دل مضبوط نہیں
کیا تھا اور اساد زمانہ نے مصائب و سیدھے پہنچنے کی گراہی اسکو نہیں سکھائے تھے اپنی عقل
جماعت کو لئے کسی اندجان جانا اور کسی سرفرد یہی سرزمین اسکی جولا نکاہ بن رہی تھی۔ بہت تک
جگہ آرام سے بیٹھے نہیں دیتی تھی اور اس چھوٹی سی جماعت سے جو خونخوار لشکر کا مقابلہ ممکن نہ تھا
ستھ میں ایک روز اسی بادیہ پائی میں ابو المعالی اس زمانہ کا ایک دیرینہ سال و دشمن سردار اسکو
ظہا بابر نے اپنی کیفیت بیان کی اور کہا کہ اب کیا کروں اس نیکی اور بادبگ سے سن و سال پر نظر کر
ابو المعالی کا دل بھرتا اور آنسو ڈھڈھاتا۔ صلاح درکنار فرط بیانی نے ماں بیٹھنا دشوار کر دیا
حیرتی نالہ درودل چنداں کرو کہ دل مایہ بدر و آمد و اختیار گریست
یہ دیکھ کر بابر بھی اپنی مصیبت پر خوب رویا۔

رتی

اس مدد دینی کو دیکھو کہ اسروز علی دوست کا پیام بر مرغیان سے آتا ہے اور انیو آتا کی طرف
سے گزارش کرتا ہے کہ مجھے بڑا قصور سمجھو ہوا افسوس کہ اسکی تلافی کچھ نہیں کر سکتا مرغیان
البتہ میرے ساتھ ہیں ہے اگر قدرتی فرمایا تو پیش کر کے بابر دامت و کی کیا ہو جاؤں غریب
یہ فرمایا مرغیان میں جو پھر گرس تھا۔ اسوقت بابر نے گھوڑوں کی بگ اٹھائی اور میری مدد کے

وقت مرغینان میں کھڑا تھا علی دوست نے جان بچتی کا ہمد یگر قلعہ سپر و کر دیا اور اسے
 قابل یہ بات ہو کہ علی دوست پر قانوک پادشاہ نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اندجلان میں تو نے کیا کیا تھا
 جہان کیو اسے بار کو زسی جگہ درگاہ تھی مرغینان پر قبضہ کر کے چند روایں انہی اور اندجلان
 کو لئے رہا یا اور قنقن جن اور تہل کی تہ کاریوں کو بہت برہم تھی بار کئے تھے ہی دونوں کے
 قدم اکٹھے گئے۔ اور دن حسن انہی میں سے ال و عیال کے گرفتار ہو گیا۔ لیکن بابر کو نہ ٹھکانا
 عفو نہ اسکو بھلائی قلعہ و نکالکر مصار کی طرف دھخت کر دیا تہل جہانگیر کو لیکر دوش بھاگ
 اور بابر اسکو شکست پر شکست دیتا ہوا بربادی کے کنارے پر لے آیا تھا کہ بعض حکمرانوں نے اس
 پر قسمتی سے بابر کے دربار میں اسوقت بھی امر و بیت مقدر تھی اپنے طور پر انہوں نے ایک
 لکھنؤ فرغانہ کو دو حصوں کر ڈالے شرقی حصہ دوش وغیرہ جہانگیر کو دید یا اور غربی اندجلان
 بابر کو اسے رکھ لیا اور اس قسم کو کب پسند کرتا۔ دو بادشاہ در اقلیم میٹھتے۔ لیکن ان
 نفاق پیشہ امر نے اپنا اقتدار کا دباؤ ڈالکر اسکو ملنے پر مجبور کیا اور وہ مصلحت نہر کار
 گھوٹ پیکر رہ گیا۔

بابر کی پہلی شادی

سلطان احمد میرزا کی بیٹی عایشہ سلطان محمد میں آئی ہوئی تھی۔ اس کو شہان شہ
 ۱۰ برس کی عمر میں بابر نے پہلی شادی کی معلوم ہوتا ہے کہ اس نکاح کی افادہ مزاج نہایت
 وار تباط کی بنا ابتدا ہی سے نہیں پڑنے دی۔ ایک لڑکی اس بیگم کے بطن سے ہوئی
 جبکہ نام فخر النساء رکھا گیا تھا مگر آخر ضاقت ہو گئی۔

سمرقند میں پھر فتور چل گیا۔ سلطان علی میرزا اب جوان ہو گیا تھا اور اپنے امراء کے
 میں سے بھٹو لگا دل تو انہوں نے خیر اسکو مطیع کرنا چاہا لیکن وہ یہی ترک کچھ تھا۔ سہل کب ق
 میں آتا اسے خود ان امراء کا زور توڑنا شروع کیا۔ انہوں نے بابر کو سمرقند پر حملہ کی ترغیب دی۔
 خود سمرقند کی تسامین میں تھا تھا خبر پائی ہی روانہ ہو گیا اور ڈاک چوکی میں جہانگیر کے پاس پہنچا کہ
 مگر سمرقند میں گریں تھے کے بعد سمرقند ہار افغان تھا۔ بابر سمرقند کو روانہ تو ہو مگر جس سر زمین کو
 خود اپنے ہی نہایت انا قدم جا لیتی تھی بابر نے اس طرف کچھ توجہ نہیں کی اول تو وہ جانشین
 پہلے بل کر توڑیں جبکہ وہ سلامت نہ نہایت ہر وقت موجود ہو دوسرے وقت بلاتے تھے کاسکی ٹرو

امراء و ملائکین بن دیو تھے نہ تو ان سرداروں کے ففاق کے سبب قتل کی سرکوبی کر سکتا تھا۔
 قتل کے انتقال کے سبب ممکن تھا کہ ان امراء کو کلاستیہ مال کر ڈالے سمقرقند کو جاتے ہوئے
 اسے یہ عزم کر لیا کہ اس عزم کے بہانہ ان امراء کو قتل سود و رلیجا کر سمجھ لینا چاہیے سمقرقند فتح کے بل
 کو بھی دیکھ لو سکا۔ اور اگر یہیں بیٹھ کر شہار نا تو یہ غضب کی دو قومیں ایک روز قیامت برپا کر دیں گی۔
 میں اکثر میر پور بابر کو فدائی جبکو سرکش میروں نے علیحدہ کر دیا تھا بابر سے ملنے اور بابر کو بلند کر کے
 مخالفوں کو پست کرنا لیا وہ اس روز کہ سمجھتے مگر حجب قتل سے دور جا پڑے تھے اور تو کچھ نہ بڑا بابر
 سے رخصت چاہی اسے بھی بجان منت کہہ کر رخصت کر دیا اور وہ جاتی ہی قتل سے ملے۔ ان امراء کو جلایا
 سے اگر چہ بابر کو کشمیری تعداد گھٹ گئی مگر ایک ناسور جو اسکو اندر ہی اندر تحلیل کر رہا تھا مکمل گیا۔ بابر جو
 سمقرقند سوار سلطان علی میرزا اپنا امراء کا قرار واقعی تدارک کر چکا تھا وہ خود سمقرقند کے قریب بابر سے
 ملے۔ لیکن اتنی قوت اندیش نہ تھی کہ لیجا کر تخت پر بٹھا دیتو۔ بابر سمقرقند کا محاصرہ کئی ہو چکا کہ خبر آئی
 کہ شیبانی خاں بھی اس شہر کے ارادہ سے آتا ہے۔ اور بکوں کو مقابلے کی تاب کس میں تھی۔ بابر
 ہٹ کر ایک اور قلعہ میں چلا گیا۔ شیبانی خاں نے محاصرہ کر کے سلطان علی میرزا کو یہ علم دیا کہ اگر
 شہر خالی کر دو تو تمہاری باب کا اصل ملک نکو دید و نگاہ۔ یہ خام کار شہزادہ نقد کو نیسہ کے عوض دینو
 پر آمادہ ہو گیا اور ایک روز چٹکے سے شہر سے نکل کر شیبانی خاں کے پاس چلا آیا۔ وہاں پہنچے ہی سلام
 ہو گیا کہ اصل اسکو دیکھ کر وہاں لائی تھی۔ اذاجلاء القضاء عی البصر علا دنے سلطان
 علی کی گردن اڑا دی اور تخت پر شیبانی خاں نے جلوس کیا۔ بابر کو وہ قلعہ بھی چھوڑ دیا کہ نہ وہاں
 سے حصار کی طرف جانا پڑا حصار پر خسر و شاہ حاکم تھا۔ اپنی دلچسپی کے تحت جگر دل کو بابر کے
 مستقل بن بیٹھا تھا۔ سمقرقند میرزا کو اندھا اور بائیں ہاتھ کاٹ کر کے اس بد بخت نے انار شاہ
 صاف کر لیا۔ بابر پھر مصیبت کے گرداب میں پھنس گیا۔ اس ملک سمقرقند کی خاطر باغیوں کو
 دعوایا سمقرقند کا ایک زبردست عقاب اڑا لیا کہ خسر و شاہ اپنی بدکاری پر پیر بردہ و لٹو کو سخی بن گیا
 تھا اور جو بگڑا ہوا شہزادہ یا امیر اسکے یہاں جاتا۔ سیر چشتی سوا سکی ملازمت کجانی میں بیٹھ گیا۔ بابر
 کو حصار لگیا۔ حصار پہنچا۔ روز خسر و شاہ کے ملک میں گھومتا رہا۔ اسے چوڑاں کو بھی
 نہیں پوچھا کہ کن ہے۔ اسے انجہ رحم از دل بر و تائیر فراہ نیست۔ و اونچہ نیال۔ اور خاصیت یادست
 آدہ ہوا پس ہر کچھ سمقرقند پر ظالم آزمائی کو پھرا۔ درنیا کر سنا کہ شیبانی خاں اپنی ایک افتر کو باغی
 چھوڑ دیا۔ سمقرقند میں چھوڑ گیا ہے اور خود تین چار ہزار آدمی جو خواجہ دیدار میں ہو بابر کے پاس صرف

چالیس آدمی جو بہت سے اسپر بھی گئے سمرقند کا قاضی صاحب۔ سمرقند سے تھوڑے کو باکرہ مشہور کیا کہ جو زیہ
 سمرقند ہی اور کچھوں کو مانوس نہیں ہو گا اور خاندان تیمور سے انکو لگاؤ باقی ہے اگر غفلت میں ہم
 شہر چاہیں تو شہریوں کی مدد کو دشمن کو سپاہی یا سانی کل سکتے ہیں۔ بارہنے لکھا ہے کہ اپنی
 روزوں میں نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ ایک تباہوں کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار شریف اللہ نے
 میں میں استقبال کو بڑا خواجہ صاحب آکر بیٹھ گئے تھے ہی میں ایک شامت کو مارے خود کھا گئے
 میرا سارے سرخان انکے سامنے لایا گیا۔ اسکی کثافت خواجہ صاحب کو ناگوار ہوئی۔ خواجہ بابا (ایک
 دوسرے شخص) نے میرے طرف اشارہ کیا۔ میں معذرت کی کہ خدا شکر کی خطا ہے میرا تصور نہیں۔ خواجہ
 صاحب اس معذرت سے خوش ہو کر اور چلتے ہوئے میرا ایک بازو پکڑ کے مجھے ایسا اٹھایا کہ میرا ایک
 پانوں زمین پر اٹھ گیا۔ اسکے بعد فتح سمرقند کی بشارت دی۔ نماز ظہر کے بعد بارہ سرفرد ایضاً
 کی نصیحت کو شہر کیچے پہنچا پل زمانک کے پاس سے، وہ چیدہ جہان بھیجے کہ خدا عاشقان کو
 پاس نہ لگا کر فضیل پر چڑھ جائیں اور دروازہ فیروز پرتضہ کر کے کھلا دیں۔ جانبداروں نے اس
 حکم کی خوب تعمیل کی اور دروازہ کا کھلنا فتح فیروزی کی تہنیتی۔ بارہ شہر کی طرح شہر میں آ یا اور دوبارہ
 تحت سمرقند پر بیٹھ کر کہ لطف اٹھانے لگا۔ شہر والوں کو یہ تہنید ملی مراد ملی ہو کر نہ رہیں
 کرنے لگے شہر کے بے فکر ہو اور کچھوں پر ٹوٹ پڑی۔ چارے پائے ازبک دم کو دم میں کا کھینچنے لگے
 شیبانی خاں کا نائب طلوع کی وقت اپنی آقا کی خدمت میں پہنچا یہ ہاجر اسکرڈٹھ سو منتخب سپاہی لیکر شیبانی
 خان آیا۔ گرد وازہ کو مضبوط اور دربانوں کو ہمہ جہت پارک لوٹ گیا۔ بارہ شیبانی خاں کے حرکات سے
 اسکے ارادوں کو سمجھ گیا تھا۔ چاروں طرف اچھی یہ پیام لیکر پہنچے کہ شیبانی خاں تمام مسل تیمور کا دشمن
 ہے اور دروازہ کا زور بڑھتا ہے۔ سو قوت موقع ہے کہ ہم جمع ہو کر اسکی قوت کو توڑ لیں۔
 کمک کو کہیں نہ آئی شاید یہ پیام بھی پر محمول ہوا ہو گا۔ چاروں طرف کی رعایا البتہ بارہ
 کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جا بجا قلعوں سے اور کچھوں کو کال دیا اور قرب وجوار کے شہر والوں نے جلا
 کر بابکے طاعون کو اپنی شہر سو پڑی۔ شیبانی خاں کو پاس فتح غوثی تھی یہ اندیشہ کہ کے بابر مدت ہی
 خارج کھائے بیٹھا ہے ایسا نہ کہ اس کا مہالی کے موقع پر بخار نکالیں۔ ٹوٹ پڑے بخار اچلا گیا۔
 آئندہ فصل بہار میں ازبک سردار نے پھر حملہ کیا بارہنے کو شمش کہ کے کچھ فتح خرام کو ملی
 تھی اور اس قابل ہو گیا تھا کہ اس شہر سے باہر ٹھکراؤ کچھوں سے باہر اٹھا اس میں کچھ جلا
 بارہ کی طرف سے ہوئی اور اسکی سزا میں نہ گئی۔ بارہنے اس جلدی بہت ہی تعریف کیا ہے اور لکھا ہے

کہ مناسب تھا کہ پہلو اختیار کرنا اس کا نام تجربہ نہ تھا شکست کے بعد بار کو محصور ہونا پڑا اور اس کا
مقصود ہونے میں رسید ہونے کی جو آفت نمود پڑتی ہے اس پر ہی پڑی لوگ شہر کے اکثر تھے اور گلا
کھانگے گھوڑوں کو کھڑی کا براں لٹکوا لٹکوا کر کھلا دیا تجربہ سے معلوم ہوا کہ شہر کے پورے
بست موافق تھے۔ اس نفیس رسد سے لکنک بھر ہوئے۔ لوگ گھبرا گئے۔ اور فصیلوں سے
کوڑو کو درجھاگنا شروع کیا۔

سرمقد پھر ہاتھ نہ رکھ گیا

شیشیا نے خانہ موقع پاکر مسلح کا پیام بھیجا۔ بار اس پیام سے نفع اٹھا کر آدمی رات کو شہر کو کل آیا۔
لیکن اس لشکر کے سرسبز ہونے سے بھلا کہ اس کی بڑی بہن خانزاہ بیگم دشمن کے قصد میں پھنس گئی اور
بعد کو شیشیا نے اس کو نکاح کر لیا۔ راستہ میں دوسرا دروں نے گھوڑا دوڑا دیا۔ اس کا گھوڑا کھلا
پڑ گیا۔ اس کے واسطے کہ حریف کتنے پیچھے ہیں۔ باہر کا پھر تنگ ٹوٹ گیا تھا۔ پھرتے ہی سر کے بل زمین
پر آ رہا۔ داغ بڑھت صد میچا اور تمام دن بدحوہی طاری رہی۔ بار اس قصد کو لکھ کر کہتا ہے کہ ایسے
واقع اور حادثے بے درپے ٹوٹ رہے تھے۔ لیکن بالکل خواب و خیال معلوم ہوتے تھے۔ پڑتے تو ہوئے
جائے تھے۔ بار کی قسمت پھر سرگردانی میں گھسیٹ لائی۔ وہی باد گدی میں ایک گاؤں میں پہنچا اور
مقام عبرت ہو کہ فرغانہ و سرقد کا بادشاہ ایک مقدم کے گھر میں ٹھہرا۔ مقدم کی عمر سترہتی برس کی تھی
اور ماں بھی اسی اندھ تھی۔ بڑی بی ایک صدی تھی۔ ابرس برتنی تھیں۔ شان کو کھینچتی تھیں۔ ہونے والی
بہن خاص اس گلا میں موجود تھے اور اگر عورتوں کے شوہر لود مردوں کی عورتیں بلائی جائیں تو
دوسرے بوقت پہنچتی۔ غالباً بڑی بی کی اس برکت نے بیٹے کے مقدم ہونے میں بہت مدد دی ہوگی۔ بڑا
بی بڑھاپے کے پونے کی عمر پچیس برس کی تھی۔ فرط وحشت میں گاؤں کو قریب پہاڑ پر بٹھکے پاؤں
پھرا کر قضا عموگیاؤں پھرتے پھرتے یہ بوقت ہو گئی تھی کہ سنگ و کوہ تفاوت نے کوڑا ایک روند سنا
کہ شیشیا نے قلعہ خیر پر مارا۔ واکر نے جانتا ہے جو کچھ قریب ہو کر نکلا۔ بار اس کے قاصد کو تیار ہو گیا۔ موسم بہت
سرد تھا۔ اور برف کثرت سے پڑ رہی تھی۔ اشارہ راہ میں ایک چشمہ ملا کٹا۔ دینے پر خوف کا سبب
ہوا تھا۔ لیکن پانی نے اپنی تیزی اور چالاک سے اپنے اوپر برف کا نقشہ نہیں بننے دیا۔ بار کو گویا
تغیر کا سامان لگیا۔ اور چشمہ میں کو پڑا اور جب تک وہ اغٹے نہیں لگائے باہر نہیں نکلا۔ ان
جسوی حکایتوں سے اس کا مہم بادشاہ کی جبلت و خصلت کا تہ لگ گیا۔ یونان کی تاریخ میں ہڑ

یہ شہزادی ایک حکایت بیان کی گئی ہے۔ دلدادہ اور دلہا کے شہروں کے درمیان آج کل کا حال
 وسطی یورپ ویشیا کو چک (نمل) تھا۔ جہاں شہزادہ شہر آنا کو تیر کر کوئے دلدادہ کو جاکر تھا
 یہ وہ اپنے شہر کے ایک سناہ پریشک شعل دکھا کر کرتی تھی تاکہ اس کی سبیدہ میں چلا
 آئے ایک رات سنگدل طوفان نے آیا۔ اور قحط جگر ڈوب گیا۔ اس جہاں کی قدر افزائی اور
 دگار کے لئے یورپ کے من چلے اب بھی اس آئنا کو تیر اکوتے ہیں۔ اس مقام پر آنا کی فریادی
 مل ہے۔ ہمارا میر و جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو سندھ کی لکڑی کا تمام ذخار دریا کو تیر کر لیا
 و اس کو اسے غصے سے حالات بیان کیا ہے۔ آدم میر مطلب۔ اسی عرصے میں بابر نے پامردی کی
 فسی پر قبضہ کر لیا۔ جہاں گیسر بھی تہنل کے جنگل سے نکل گئے
 جس وقت بابر اپنے دشمن تہنل سے لڑ کر اُحنی سے نکلا ہے تو صرف
 تیس آدمی ہمراہ تھے۔ اور دشمن کو سوار ہونے کے ہمراہیوں کو گرفتار کرتے
 ملے آتے تھے۔ اسی میں عقب میں ابراہیم بیگ نے بادشاہ کی دہائی دی۔ بابر نے جو لوٹ کر گیا
 تو ایک غنیمت کا سپاہی اس سے چپٹا ہوا تھا۔ وقت اگرچہ بہت نازک تھا مگر اسکی مدد کو بابر نے با
 پھر ہی دی۔ میاں قلی اور خان قلی دو امیروں نے بڑے گھوڑا روکا اور عرض کی کہ یہاں اپنی جان
 لیکر جانا مشکل ہو دو سروں کی مدد دینے ہے۔ خدا کی قسم اس طرف نہ جائیے۔ بابر کو لوٹنا پڑا۔ اُحنی سے
 دو کوس پر جا کر کہیں غنیمت نے پیچھا چھوڑا۔ اب بابر سمیت صرف ۸ آدمی رہ گئے۔ تھوڑی دیر
 میں کئی ایک سپاہی محسوس ہوئے۔ بابر کو ایک چٹان کی آڑ میں کر کے خود دیکھنے کو اور پڑھ
 لیا۔ معلوم ہوا کہ دشمن کے سوا ہیں۔ وہاں سے بھی بھاگے۔ خان قلی نے بادشاہ سے کہا کہ یہاں
 جانا ٹھیک نہیں۔ ان آٹھ گھوڑوں میں سے دو تازہ دم گھوڑے چھانٹ کر حضو اور نیزا
 قلی سر پہ کر جائیں۔ یوں شاید جان بچ جائے۔ ورنہ دشمن نے آئید مصلحت وقت یہی تھی لیکر
 بابر کی عزت نے تقاضا کیا کہ مصیبت میں اپنے رفیقوں کو چھوڑ دوں۔ اس صلاح پر عمل کرنے
 سے اسے قطعاً انکار کیا۔ تھوڑی دیر چلکر بادشاہ کا گھوڑا بے دم ہو گیا۔ خان قلی نے اتر کر
 اپنا گھوڑا پیش کیا۔ بابر اپنی گھوڑے سے کود کر اس پر چڑھا۔ دشمن نے اگر تین سردار اور گرفتار کر لیا۔ اب
 بابر کے ساتھ صرف تین آدمی باقی ہیں۔ تھوڑی دیر بدوست بیگ کا گھوڑا بھی بھاگ گیا۔ اور چلکر باؤ
 کا یہ گھوڑا بھی ملنے لگا۔ قسطنطنیہ کی خدمت اور اس کے ان گھوڑا اند کیا اور بابر سپر سوار بولیا۔ اب صرف
 بابر اور تین آدمی رہ گئے۔ تھوڑی دیر اور چلے گئے کہ میرزا قلی کا گھوڑا کی باری آئی۔ بادشاہ نے کہا کہ

چھوڑ کر کہاں جاؤں یہ کہہ کر اپنی ٹھکانہ کو آہستہ کر لیا میرزا قلی نے کہا کہ حضرت اگر آپ میری نگہیں رہو تو آپ بھی گھر آنا
 ہو جائیگی اپنی فکر چھوڑنا شاید خلاصی ہو جائے آخر میرزا قلی بھی ٹھٹ گیا باہر تہا جاتا ہوا کہ دو دشمن کے سواروں نے اس
 اوجھت کا کھیل لکھوڑی کا دم بھی بھونک لگا۔ ایک پہاڑ سامنے سے نکلا۔ زیاہر کو اپنی پاؤں پر لپکا اور اختیار تھا یہ سوچ کر کہ
 سیدل پہاڑ میں کیا طرف نکل جاؤنگا لکھوڑا برابر بڑا ہو گیا۔ بندہ علی اور باہر سڑی وہ دو نو سو ابھی چلے آئے تو مگر باہر کوڑ
 وڑ سے ایک گولی کے تپ پر سواروں نے جب دیکھا کہ یہ ظالم کی طرح نکلتا ہی نہیں تو انہوں نے کہا
 جہانگیر اور ناصر میرزا دو کو گرفتار ہو گئے۔ یہ خبر سنا کر وہ مضطرب ہو ا کہ ہم سب اگر دشمن کے بس میں آگئے تو جو
 آس بندہ رہی ہے وہ بھی تو ٹوٹ جائیگی۔ لیکن انکو کچھ جواب نہیں دیا اور یہ دستو کھوڑی کو بڑا مارا
 وہ دو نوعی کھوڑوں کو اور تڑپے اور چالوسی کی باتیں بنانے لگے۔ باہر خوب سمجھتا تھا کہ یہ جھاکار باتوں
 میں لگا کر میرا راستہ کھوٹا کیا پاتے ہیں کان انکی باتیں سننا نہ کرنا دھڑکے برا بگھوڑے ٹانگے جاتی تھوڑی
 سے ایک چٹان نے باہر کا گھوڑا روکا دیکھا تو دوسری جانب بھی راستہ نہیں ہوا اب پھنسنوں نے کہا کہ
 رات اس قدر تاریک راستہ مخدوش آخر اس جان مارنے سے نفع کیا۔ آپ لوٹ کر منزل کے پاس چلے چلیے
 وہ آپ کو سخت پر بھرا خد متکذاری کو موجود ہے۔ باہر پر ایسے افسوں کب آکر کرتے تھے اسے کہا یہ تو
 خرافات ہے اگر کچھ خیر خواہی میں سے ساتھ کیا چلے جے ہو تو یا مجھے تا سقند کا راستہ بتا دو کہ اپنے مانوں
 کے پاس چلا جاؤں یا بھوکو بھال خود چھوڑ کر لوٹ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ کاش ہم تمہاری جوتے اور اب
 آؤں میں تو آپ کو بلا میں چھوڑ کر کس دل سے لوٹ جائیں۔ اپنی منتر کو موثر بنانے کے واسطے انہوں نے
 شدید قسمیں کھائیں۔ تنگ دل باہر کو فی الجملہ المینان ہوا اور یادو پائے سے سارے چلے لگا چند قدم پر
 چلکے کچھ سوچا اور انکو تگے رکھ لیا۔ باہر پہلے ہی دریافت کر چکا تھا کہ آگے ایک شکر ٹیلگی اور وہی شکر
 مقصود کی راہ ہے باہر مک پر پہنچا لیکن وہ چالاک دھوکہ دیکر اسکو دوسری طرف لیٹھے صبح ہوئے
 ٹھکانے پر پہنچ کر کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے۔ شکر ٹیلچے پر رہ گئی۔ باہر یہ سن کر تردد ہو ا کہ صبح بھٹنے
 آئی آبادی قریب اور منزل مقصود کا پتہ نہیں۔ آخر تینوں دن کاٹنے کے لیے ایک پستے کی تار
 میں ہو رہی جس آبادی کو قریب باہر کی گردش تقدیر لگتی تھی۔ بندہ علی اسکا حکم تھا۔ باہر سے یہ کہہ
 کہ حضور کی واسطے خاصہ اور گھوڑوں کے لیے دانہ چارہ حاضر کرتا ہوں ایک قصبہ کو چلا گیا وہاں سب
 بڑی دیر میں پیر شد لوٹے تو دانہ چارہ نہ دارو تھا خاصہ البتہ لائے اور وہ کیا صرف تین بروکھی
 روٹی۔ ان میں سے بھی ایک ہی بادشاہ کے حصہ میں آئی۔ بادشاہ سلامت اپنی روٹی
 نعل میں دبا چیکے سے پھر پستے کی آڑ میں آجھے۔ نصف شب کو وہ شہر بیلطاف الجبل سے یارکہ

قصبہ کے ایک بلخ میں لے گئے جنہل کے پاس قاصد پہلے دوڑا چلے گئے کہ بابر کو قابو میں کر لینے کا موقع ہے۔ بابر بلخ میں جا پہنچا تو سردی بہت تھی ایک شکستہ سپہ سالار علی اسکوپین کرا تشدان کے پاس سورما صبح کو باشبہراتی نے جو پہرہ پہنا اگر عرض کی کہ یوسف داروغہ حاضر ہے۔ یوسف داروغہ دشمن کا ملازم تھا۔ اسکا نام سننے ہی بابر فریاد میں ڈوب گیا۔ اور اس کے بے چین خیالات نہ معلوم کہاں سے کہاں جا پہنچے۔ اتنے میں یوسف داروغہ بھی آگیا۔ اور آتے ہی کہنے لگا کہ آپ سو کہاں چھپل آپ کے دشمن بابر دیکھ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ سنتے ہی بابر کے ہوش اٹ گئے۔ ملک و سلطنت عزیز قریب سب دشمنوں کے پنجے میں آتے۔ آئندہ فلاح لی اگر کچھ توقع تھی تو صرف اپنی بی بی جان کے بصر سے پر اب اس سے بھی مایوسی ہونی جاتی ہے۔ فرط اضطراب میں کہنے لگا کہ اگر ارادہ کچھ اور ہو تو مجھ کو وضو کھینے دو۔ یوسف داروغہ قسم کھائے لگا۔ اس وقت اسکی قسم پراعتماد کرنا بابر کی قوت و صلاح تھا۔ اپنی جو دل کو ٹٹولا تو نہایت ضعیف پایا طبیعت کو سنبھالنے کے لیے باغ و ایک گوشہ میں چلا گیا اور دلوں کی تسلی دی کہ اگر دنیا میں سو برس رہی تو بھی ایک روز مہنا ہے۔ پھر بیتابی اور پریشانی بے سود ہے۔ آخر بابر ان کہنے خواہوں کے پنجے سے نکلیا۔ دشمنوں کے غلبہ و انتظام نے ناموں کے پاس تک رسائی نہ ہونے دی اور سال بہر تک بدخشان کے کوہستان میں بیکمانہ اور تنہا گریں مارتا رہا۔ یہیں عم کہیں نہایتوا گفت پاشیہا است کہ ٹھگسار خوشنم انتظار فیکو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ شیبانی خاں کا مرد میدان اگر تھا تو بابر۔ بابر تو اس وقت نور دی میں وٹاں شیبانی خاں تھیل اور اسکے اقراں کو نیست و نابود کر کے فراغت سے فرغانہ پر متصرف بن بیٹھا۔ خود بابر کے ماموؤں کو اسے قید کر لیا۔ اور سلطان محمود خاں راڈائی پاکر اس ذلت کے صدمہ سے کھل گھل کر مر گیا۔ اور شیبانی خاں بام عروج پر آنا و لاؤی کا دم بھڑا تھا اور ادھر جائے عبرت ہے کہ یہی مقولہ عجیب طور پر بابر کے بھی حسب حال تھا۔ کیونکہ بدخشان کے سنان کوہستان میں غیر کا کوسوں نشان نہیں تھا۔

افغانستان پر پوش

سلطہ عربیہ کے قدم تخت کے واسطے بنے تھے۔ اگر تخت پر نہ تھے تو ان کو راہ طلب میں تھے۔ ضرورتاً سال ہیز کے بعد یہ شہر کوہستان سے بھر نکلا۔ آکسین جو شمالی کنارے پر اس کوہستان

جنوب میں ترنایک شہر ہے۔ کہہستان کے شمالی جانب تھا و زبکوں کی وجہ سے جانبیں منکسر
 پہاڑ سے ٹکڑے ترنہ چلا آیا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت زمانہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وسط ایشیا کو
 اولاد تیمور کی حکومت اٹھادی۔ سمرقند، بخارا، اور فرغانہ کے ماحمے تو اپنے من ہی لئے
 کابل پرانے بیگ (باریکچا) حکمران تھا۔ اس کا انتقال ہوا۔ وارث تخت صغیر بن تھا۔ امریک
 نیابت کی بابت نزاع ہوا۔ نیابت درکنار خود ملک کمویشیے۔ قندار میں سلطان حسین میرزا
 بادشاہ خراسان کی طرف سے ذوالنون ارغون حاکم تھا۔ کابل کو جگرے کا قصبہ بنکر انہی صالی مقیم
 کو کابل میں ہیجاہ مقیم نے کابل پر قبضہ کر لیا۔ اور قبضے کو کابل کر نیے واسطے میرزا بیگ کی بیٹی کو شادی
 کر لی اس طرح کابل سے بھی خاندان تیمور محروم ہو گیا۔ یہی زمانہ ہے۔ بارکے ترنہ بیٹھے کا۔ وہاں محمد باقی
 خسرو شاہ کا بھائی والی تھا اور دیکوں کی دہشت سے محمد باقی کا دم فضا ہو چکا تھا۔ اور ہر وقت
 بھیانک صورت بربادی کی اسکی آنکھوں میں گھومتی تھی۔ بار کو پناہ سمجھ کر اسے نہایت تباہ
 سے لیا۔ بار کو اس مخلصانہ مارات سے بہت تقویت ہوئی۔ اور اس سے مشورہ کیا کہ اب گدھ چڑھانا
 چاہیے اور کیا کرنا مناسب ہو محمد باقی نے یہ اشعار پڑھے ہنداری اگر باعد وز ورجنگ بطریق
 مارا کر تیں بید رنگ نہ ملکش سیانہ انتقال ہر ایک چند قانع شوی از قتال پہ اور پھر
 کابل کا قصبہ کہہ سنا یا بارے یہ شکر کابل پر یورش کی عزیمت کی۔ محمد باقی بھی ساتھ ہو گیا
 جب ترنہ سے چلاے تو صرف دو سو تین سو آدمی ہمراہ تھے چھ پریشان جمی و جمی پریشان
 پیدل ہاتھوں میں تلوار کی جگہ ہوئی لشکر میں صرف دو ڈیسے تھے۔ ایک بادشاہ کا تھا اور
 اسکی ماں ٹھیرتی تھی۔ اور بادشاہ سلامت بے ڈیر سے کے میدان میں بسر کرتے تھے۔ رمد کا
 کچھ بند و بست محمد باقی نے اپنی گرو سے کر دیا تھا۔ ترنہ سے یہ با شان و شوکت لشکر نکلا خسرو
 کی عملداری میں ٹھیرا خسرو شاہ ہر دلی نعمت زادوں کے انہو اور قتل کر نیکی لعنت اب جس
 رہی تھی اور اونیکوں کو خوف و اپنا لشکر اوم سے ادھر لے بہاگا پھرتا تھا۔ اسکی شامتہ اعمال
 ہائے کے اقبال سے دونوں لشکر کسی موقع پر جمع ہو گئے ہارے جو اسکے لشکر کی فضا پر پناہ رکھا
 تو پایا کہ تمام لشکر خسرو سے بڑھتے اور شاہی خدمت پر پائل ہو خود خسرو شاہ بھی کو دشمن کی ہر
 حاضر ہوا دو تین ہی روز میں اسکی سب فوج ڈٹ کر بادشاہ کو آلی اور خسرو شاہ بھاگا گیا۔
 میرزا خان بابا کو ہمراہ تھا۔ اس کا سپہ سالار تھا قصبہ لاکھو کا قصبہ صاحب کا دعویٰ کیا۔ بار خسرو
 سے جان بخشی کا عہد کر چکا تھا۔ اس کو ارادہ کیا کہ کسی دھماگے میں اس سے عہد شکنی کرے خسرو شاہ

کو اجازت دی کہ اپنا مال جسد رینجا سکے لہا ہے۔ انی تمام جو اہرات تھو اور نول پر لکھ کر خسرو شاہ
 لے گیا۔ صرف خیمہ وغیرہ بابر کو ملے اس مدد غیبی کو لیکر بابر نے کابل آگھیرا۔ مہتمم کچھ روز تو متعلقہ
 پر قائم رہا۔ آخر امراد کو بھیجیں ڈاکٹر حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے اسکی تشفی کی اور وعدہ کیا کہ کل تمہارا
 سب مال و اسباب بچاؤت نکلو اور دیا جائیگا۔ اگلے دن جہانگیر اور ناصر میخو اکو حکمر دیا کہ مہتمم تو
 شہر ترک پہنچا اور خسرو شاہ کے نوکر عظم اور رہزنی کے عادی ہو رہے تھے ان کو کب ممکن تھا
 کہ مہتمم کو مال یوں ہاتھ سے نکلیجائے۔ یہ لوٹ پر آمادہ ہو گئے۔ جہانگیر اور ناصر نے کہلا بھیجا کہ یہ لوگ
 ہمارے قابو کے نہیں آپ خود تکلیف کریں۔ بابر نے جو آکر دیکھا تو خاصہ بلوہ ہو رہا تھا
 آتے ہی خود دو چار کے پیر مارے دو ایک کے سر قلم کرائے۔ جب یہ طوفان بے تیزی تسکین پذیر ہوا
 تو مہتمم نے آرام سے قندار کی راہ لی۔ یہ بات غور کے لائق ہے کہ خسرو شاہ کی فوج سے الف بیگ ملک
 نے کہنے لگیا اور ابرس اپنے باپ دادا کے ملک پر ذاتی فوج سے جان ماری اب کچھ نہ ہوا اس
 خدا اگر بجکت بہ بند و دوسے ہا کشاید بلطف و کرم و محبت سے :-

خراسان کا سفر

سلطان ماوراء النہر فتح کرنے کے بعد اور زبکوں کی شرکت زخراسان پر پہنچے لگی۔ بابر نے یلیخ برس
 اور ہر ستر قدمیں پیچھا کر حسین شین کوئی سے مدد مانگی تھی۔ اسکا یقین اب فرما کر نوائے خراسان
 ہونے لگا۔ مگر آپ بیانی خاں کا زیر کرنا ایسا آسان تھا۔ سلطان حسین میرزا اگر حجت
 بلا نہ ہو گیا تھا مگر شادانہ عزم کے ساتھ ایک دفعہ اور اور زبکوں کے محتالے میں تلواریک کھڑا
 ہو گیا۔ اپنے بیٹوں کو صوبوں سے بلالیا۔ بابر سے بھی مدد کی درخواست کی۔ بابر کا اقتدار
 بھی افغانستان کو سرکش جہگوں پر اچھی طرح نہیں ہوا تھا کہ خراسانی اچھی پہنچا۔ اسکی موجود
 ذاتی مصلحتیں خراسان جانے کے خلاف تھیں امداد بابر میں قوت انتقام کشی ہوتی تو ہر قدر کا
 واقعہ یاد دل کر سلطان حسین میرزا کو جواب خشک بھیج دیا لیکن وہ یہ خوب سمجھتا تھا کہ آج خراسان
 پر اور زبکوں کی تلک و پوسے نکل کابل کی باری آجائے۔ بہتر ہے کہ اسوقت متفق ہو کر دیکھ لیتے
 کہ بیٹے جائیں۔ کابل کا بندہ وبت کہے کہ خراسان کا سفر کیا راستے میں سو سلطان حسین میرزا
 کو اپنے آؤ کی اطلاع کی اچھی نے لوٹ کر خسروی کہ ازلی اچھڑا لہو سلطان حسین میرزا کا انتقال
 ہوا بابر کچھ تو خراسانی شہر لودل کو پاپس قرابت کو سب اور کچھ اور مصالح کو ملی طاسو (خکو وہ بیان نہیں

کرتا ہے، خراسان کو بڑھا چلا گیا، خراسانی شہزادوں کی مشفقہ فوجیں حیدر مرغاب پر دو بجھل کی
 پر بھٹکل دنیا میں بھی ایک ضروری چیز ہے، اس پر چلے پڑی تھیں، باہج قریب پہنچا تو شہزادوں
 استقبال کے لشکریں لگئے، تیموریہ نسل کا یہ عجیب اور انگریز جمع تھا، اگر بابر سے بڑے کلاں کو مانہ
 میں اسکی کہاں ہوتی تو یہاں لکھو و معرکے کر سکتا تھا جو صدیوں تک تاریخ کے صفحوں کو روشن کرتا
 افسوس ہے کہ ناز پروردہ خود مختار شہزادوں کی ماتحتی میں یہ لشکر بیکار ہو رہا تھا، ان کو
 کے چار سو پانسو آدمیوں کے سرخیل مرغاب کے قریب تاخت تاراج کر رہے تھے، ان شہزادوں
 سے محض کا بند و بست بھی نہ ہو سکا، یاد رکھو ان بدعنوانیوں کی تاب کہاں تھی، غور آواز کو بکوں کی
 گوشمالی کو تیار ہو گیا، مگر مہمانی نے اسکو بٹھا رکھا، زمانہ دیدہ شیبانی خاں خوب جان بچاتا کہ
 مجمع تین دن کی چاندنی ہے، اس وقت طرح دیکر سر قند چلا گیا، موسم زمستان بھی پہنچا، عیشیہ
 شہزادوں کو جام اہ بخوانی اور ساتی پر کچھ یاد آئے، قشقاہ کے بہانہ یہ فوج تین واحد میں
 ہو گئی، شہزادہ بدیع الزمان میرزا نے بابر سے ہرات چلنے کا اصرار کیا، معاملات کا بل اسکو اپنی
 طرف کھینچتے تھے، لیکن شوق ہرات یار کو ادھر لگیجا، شہر ہرات کو اس زمانہ کی سی رونق و زندگی
 شاید کم نصیب ہوئی ہوگی، سلطان میرزا کی پہل سالہ پراسن حکومت نے اور میر علی شیکو
 قدر دانی نے کمال اور خوبی سے شہر ہرات کو بھر دیا تھا، ہر طرف کے باکمال وادیں جیتے
 اور شہر ہرے بھرے باغ کی طرح شگفتہ ہو رہا تھا، بابر نے سیر کو خوب لطف اٹھائے ایک
 روز سلطان احمد میرزا کی بی بی بابر سے ملنے آئی، اسکی بیٹی معصومہ سلطان بیگم کی اسکے ساتھ
 تھی، اسے عشق آں خانہاں خزانے ہست پکڑا اور دیکھا، مانہ بابر کی نظر جو اس ملائیک فوج
 صورت پر پڑی، بیتاب ہو گیا، اوج جائے حیرت ہے کلاس عودوش لڑکی نے ایک نظر میں وہ
 دل فتح کر لیا، جراتیو لایعز معرکوں میں ثابت قدم راقدا، آخربے چین ہو کر عجب کو پامداد اور یہاں سے
 کہ ماں بی بی دو کو کابل آئیں اور وہاں نکاح ہو جائے، معصومہ سلطان بیگم کابل آئی اور بابر نے
 اس کو نکاح کیا، ایک لڑکی بھی ہوئی مگر اسی مرض میں یہ بیگم داغ مفارقت دیکھی، بابر نے یاد کا کر لینے
 اس لڑکی کا نام معصومہ سلطان بیگم رکھا، علینہ سلطان بیگم اسکی بڑی بہن تھی، مگر اس سے مفارقت
 کے بعد یہ نکاح ہوا۔

انھما فتلن کی برف سے ہلا پڑا، شہزادہ اگرچہ اصرار سو بابر کو ہرات لگئے، تمھو مگر عیش میں نہ کر
 اپنے محرم مہمانوں کو بھول گئے، اور رسد کی دقت ہونے لگی، برف بھی کثرت سے پڑنی شروع ہوئی۔

افغانستان و خراسان کو کورستان کے چھوٹی روڈ میں اس نڈلے سفید کریمو باریک دیکھا کہ یہ سہ سکنہ سی و سکو نو مفتوح ملک اعداں کے جنگجو فوجوں سے جدا ہو رہی تھی۔ یہاں سے ہرات کی کیفیت بالکل بد مزہ کر دی اور اسکو ہرات چھوڑنا پڑا جنگل کثرت برف سے سفید چادر ہوا تھا اکثر مقام پر برف گھونٹے کی دکان کے برابر تھی برف بگ کرنی شروع ہوئی تھی تو بالکل رقی ہوئی تھی۔ اور نہ پتھر کھیلے سخت آدمی پاؤں رکھتے ہی جھیر کو دھس جاتے۔ باجینا آگے بڑھنے کی مصیبت پہنچتی ہی گئی۔ ایک خیر ہوئی کہ راستے میں غلام فرط سے مل گیا اور باہر سے اسکو بقیعت خرید لیا۔ وہ نہ بھوک اور برف دو دشمنوں سے مقابلہ مشکل ہو جاتا۔ لنگر امیر غیاث شاہ مشہور کیا کہ کس راستے سے چلنا چاہیے۔ ایک راستہ گرم سیر قندار ہو کر کابل جاتا ہے۔ دوسرا پھیر بہت ہے مگر برف کی آفت سے نجات بخاتی ہے۔ دوسرا راستہ سیدنا کابل آتا ہے یہ قریب ہے اور برف سے محروم بلکہ ویران۔ بابر کی رستے تھی کہ قندار ہو کر چلیں۔ قاسم بیگ نے کہا کہ وہ رستہ بہت چکر کا ہے بہت باندھ کر سید ہو نکل چلیے قاسم بیگ کی یہ رائے کو تکلیف دہ ثابت ہوئی لیکن دورانہ شی پر مبنی تھی۔ بابر اگر جلد کابل پہنچتا تو محمد حسین کا بلوہ دوسرا رنگ بکڑ جاتا۔ اور سخت دشواری پیش آتی۔ بابر نے طوفان کرنا اس راہ کو مانا اور ایک رہبر کو لیکر سیدنا کابل چلا۔ راستہ اور جنگل سکور برف اپنی چادر میں جھپٹے ہوئے تھی رہبر کو راستہ کیونکر معلوم ہوتا خود ہلک گیا اعدا کے چیمے اور بھی گمراہ ہو گئے۔ برف کی وجہ سے گھوڑوں کے پاؤں زمین تک نہیں پہنچتے تھے اور قطع مسافت غیر ممکن ہو گیا۔ قاسم بیگ کو اپنی رائے کی ذمہ داری یاد آئی یہ یادہ پاس کو گداہ صاف کرنے لگا۔ اسکے چودہ عزیز و قریب بھی شریک ہو گئے شاہ بابر بھی گھوڑا چھوڑ کر ان میں جا ملا یہ ساندہ سولہ فلی راستہ صاف کرتے تھے اور تمام لشکر چھوڑ کر وہی چلا آتا تھا راستہ صاف کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ سولہ آدمی آگے جیسے قطار باندھ کر اسادہ ہو جاتے تھے ان کو بول کھڑی ہوتی برف اتنی دب جاتی تھی کہ ایک گھوڑا گھڑا ہو سکے مگر بد اس خالی جگہ میں ایک گول گھوڑا کھینچتا تھا بندرہ قدم چل کر گھونٹے کو آگے چلنے کی طاقت نہیں دیتی تھی۔ اسکو تھکا دوسرا گھوڑا کھینچتے تھے اس طرح سب سولہ جوان مردانی قوت بازو اور اپنی گھوڑوں کی مدد سے صبح شام تک میل ڈیڑھ میل راستہ تیار کر کے لشکر کوڑا کرتے تھے۔ انکے سوا نہ کسی نے خوب کام کیا اور نہ گھوڑے سو رو کی بابر کے محل کو دیکھنے گئے یہاں کسی ہوا سخمہ و کا تھا ضایا اوندہ کابل پہنچ کر اس میں غلامی لائے خیر چشمی کی کسی سے شکایت کی۔ ایک روز شام کو منزل دامن کوہ میں ہوئی۔ سردی کی یہ شدت

کہ الامان سب کو یہی جان تھا کہ برف کے گھن اور قبر میں دفن ہو جائیگا۔ بارے دوسرے کے پاس سینے کو برف برف کھود کے اپنا نڈا بچھایا اور شاہی لہذا اب بھی برف کے سنگ مرمر کو تخت پر رکھا۔ بعض جوانوں نے گزاریش کی کہ اس غار کے اندر بیٹھ جائے۔ لیکن بابر کی حمیت و تقاضا نہ کیا کہ اپنی جان بھاریاں سپاہیوں کو چھوڑ کر خود آرام سے جا سو وہیں بیٹھا رہا۔ لوگ اس کی تلاش میں بے قرار تھے۔ غار کو جو روشنی سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بہت وسیع ہے اور سب آدمیوں کی گنجائش اس میں ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ وہیں سے جوش خوشی میں چلائی کہ یہاں جگہ بہت ہے۔ بابر کا سر زانو و پیر جب تک رہا تھا یہ جاننے والا اور دل بامزدہ منکر چونک پڑا۔ اگر یہ بارے نہ خود بیان کیا ہوتا تو ہم اس کو مبالغہ سمجھتے کہ اس وقت اس کی پشت اور سر پر چار چار گشت برف جم رہی تھی۔ اس بلائی اسلامی کو چہاڑ کر غار میں چلا گیا اور اہل لشکر بھی وہیں چلے آئے اور سب نے ملکر اپنا اپنا کھانا لار غالباً بابر کا بل اور اکبر آباد کے دیوان خانوں میں بالوں نعمت کھا کر کبھی اتنا سرور نہ ہوا ہوگا۔ جتنا اون روکھی سوکھی رنگ برنگ کی روٹیل کو کھا کر مواجہ ہوئی پھر وہی برف اور وہی قلیوں کی خدمت اس سفر میں اکثر آدمیوں کے ہاتھ پاؤں ٹھل ہو گئے۔ کانوں کی کیفیت ہو گئی جیسے کسی شمع پر مڑوہ پرتا رہتا ہو۔ یہی کابل کی مشہور برف ہے جبکہ مہیب فساد و آجکل کی تیل کو بھی عبرت ناک بنا کر دیا ہے۔ بابر نے جسر شاہانہ اولوالعزمی کو اس برف کی مہم کو سر کیا۔ غالباً اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔ بہت کم بادشاہ ایسے ہو گئے جنہوں نے اپنی بیگم سیاہ کو واسطے برف کھود کر بہتہ بنایا ہوگا اور سپاہیوں کو مدد کی تحلیف نہ دی ہوگی۔ اس بلائی عظیم کو بعد دشواری طے کر کے بابر ہزارستان آ پہنچا۔ ہزارہ وحشی جرگوں نے حملہ کیا مگر انکو ہزارہ شاہی فوج آگے بڑھائی۔

کابل کافساد

بابر جب خراسان کو گیا تھا۔ تو کابل میں خان میرزا شاہ میمبار کی سوتیلی ماںی مہر نگار خاتون اسکی خالہ اور محمد حسین میرزا اور سلطان جنید برلاس موجود تھے۔ محمد حسین میرزا کی ماں کی ایک خاتون سے شادی ہوئی تھی۔ اور سلطان جنید۔ برلاس بھی نیپال کی طرف سے قرابت مند تھا۔ میرزا خان خالی پکران وہ دیکھا لڑکوں نے ایک نیا سوانگ بھر خان میرزا کو کابل کا بادشاہ بنایا اور بچو رشتہ کا پندہ دھار لکھو حکمران کو سازش میں مٹر کیا کہ لاداب دیکھ کر مغل بھی آجودہ دیکھ گئے۔ عوام ان کو اپنا

طرفہ ارنیا لینے کے لئے یہ شہر کر دیا کہ بادشاہ کوڑا سلاخی شہزادوں کو قید کر کے چلیا نہ بیجا یا یہ بھی ہو کر
 یوں ہوئی جیسے محمد شاہ بادشاہ دہلی نے نادر شاہ کو قتل کر ڈالا تھا۔ اور دلی کے چند خانوں میں
 شیطان اس راز کو فاش کر گیا تھا۔ امرائے بابر نے کو ارک کابل میں محصور ہونا پڑا یہی اب
 وقت چوچ بابر ہزار سلاخی گیا ہو کر قاسم بیگ سید کو راستہ نکال لایا ہوتا تو یہ نادر شاہ زیادہ زور پکڑ جاتا۔ تا
 کہ ہزار سلاخی میں خبر ملی امر محصور کو پاس فوراً ایک آدمی دوڑا آگیا کہ ہم کو گنہ گاروں کو منامہ پر نگاہ کر
 رہے ہیں کہ ان کو جو اب میں آگ لگا کر ہم بھیجیں کہ تم ہوشیار ہو سکو بعد وہ خوف کو دیکھ کر دشمنوں کو بھیجینگے۔ اس آدمی
 کو بھیج کر سلاخی کا لینا کر کے بابر کابل آگیا چلے باغیوں سے مقابلہ ہوا۔ مگر بابر نے دو تین ہی حملوں
 میں انکو ہتھ کر لیا۔ فتح کے بعد بابر ارک میں آیا یہاں محمد حسین میرزا اس کے خالو گرفتار کر کے لائے
 گئے۔ نیکدل بابر شل سابق تو ظفر کو اٹھ کھڑا ہوا اور پاس بیٹھنے کی اجازت دی۔ اس کے بیٹھنے
 کی کچھ شکایت بھی بتی کی دے یا سزا کا کیا ذکر ہے۔ بیگمات نہایت نادم تھیں۔ اسکو
 بھی حب و دستور بابل ملا اور سلاخی و دہلوی سے ان کی خاطر جمع کر آیا۔ خان میرزا اس
 معرکے سے نکل بھاگا تھا۔ شاہی سوار اسکو بھی پکڑ لائے۔ بابر دیوان خانہ میں بیٹھا تھا کہ
 خان میرزا پیش ہوا اسکو بھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کہا آؤ گئے مل لیں اوہ بیچارہ یہ مدارات دیکھ کر
 شرم سے پانی پانی ہو گیا اور مشکل سے بابر کے پاس پہنچا گئے لگا کر بادشاہ نے اپنے پاس بٹھایا
 اور خانسانا کو کہہ دیا کہ شرم جلد لے۔ جب شرم آیا تو خان میرزا کو اطمینان کیو کی پہلے خود
 قہر اس پائے کے بعد اسکو پھلایا۔ اس کے بعد بھی بابر ان باغیوں کے ذرے آئے انہیں سزا اور شہید
 وہ اوہرا دھر چلے گئے۔

فتح قندھار ۱۳۹۹ھ

کہ نہ شہر شہر پانی غلبن میدان چور کر سیر قندھار گیا تھا اور اس کے جاتے ہی قندھار
 متفقہ فتح خواہ پر خلیفہ ہو گئی تھی۔ موقع پا کر پھر سے خراسان پر حملہ کیا شہر اوہ خدا جانے کس
 گوشے میں رہ ہوش پڑے تھے کہ شہر پانی و باد سلطنت ہرات پر قابض ہو گیا اور ایک لڑائی
 نہیں ہوئی۔ سلطان میں میرزا محمد میں جو راجت و آسایش رہا یا کہ کو نصیب ہوئی تھی
 انہیں اس بھٹا کارہ اور بکوں کے ایک ہی طبقے کا عدم کردی۔ شہر ہرات خوب لگا اور

وہاں کے بالکل دل کھول کر تنگ کئے گئے۔ فتح خراسان کے بعد انہوں کی دہلی قندہار بھی
 قندہار اسوقت خراسان کا ایک صوبہ تھا۔ وہاں کے گورنر نے مضطرب ہو کر بارہو کو لکھا کہ
 قندہار حاضر ہے اگر قندہار کیجیے۔ بارہو یہ خیال کر کے کہ قندہار لیکر اوزبک کابل پر حملہ کر چکے تھے
 اور وہاں ہوا جب قندہار کے قریب پہنچا تو امرالہ کے بلانے سے پریشان ہو چکے تھے انہوں نے
 ہوئی اور لڑائی کے بعد قندہار بارہو کا تھا۔ مال غنیمت کثرت سے ہاتھ لگا جس خوف نے خراسانی
 ظالموں کو قدم متزلزل کر دیا تھا۔ اسے بارہو بھی وہاں نہ رہے دیا۔ کچھ سال مشیروں کی صلاح پر
 ناصر میرزا کو قندہار دیکر خود مہم آیا۔ مہم بھر بھی ناصر میرزا نے قندہار پر حکومت نہیں کی تھی کہ
 شیبانی خاں نے قندہار پر دھاوا کیا اور اسکو غرنی جاتے ہی قندہار کھلنے کی خبر سن کر بارہو خود اپنی
 دارالامان کی تلاش ہوئی خراسان اور دارالانہر سے نسل تمیمہ بالکل مہل ہو چکی تھی اور بردہ
 زمین پر صرف بارہو دو دان کی یادگار رہ گیا تھا۔ بارہو انہوں کے مقابلے میں پہلے ہی گیا۔
 رہا تھا۔ اب تو انہوں کی قوت نصف النہار ترقی پر تھی۔ ایک لکھو کی واسطے آئے اور انہوں کو
 جنگ آزادی کا خیال نہیں کیا اور جب کنگاش جمع کر کے اس اہم مسئلہ پر بحث کی۔ اہل شورو
 میں دو فریق ہو گئے ایک فریق کی رائے تھی کہ بدخشان چلنا مناسب ہے۔ بدخشان کابل کی نسبت
 ہر چند قندہار سے زیادہ دور ہے اور کوہستان کا قدرتی حصار بھی اس کے گرد کچھ ہوا ہے لیکن ایسا دور بھی
 تھا کہ شیبانی خاں کی رسائی سے باہر ہوتا۔ صوبہ بدخشان اتنا زرخیز نہیں کہ وہاں کی آمدنی کو
 بارہو اپنی قوت بڑھا سکتا۔ جسکی بدولت بدخشان اس قدر مشہور ہے۔ بدولت اور خون جگر کا
 تشبیہ و استعارہ میں زندہ دل شاعر بالکل صرف کر گئے۔ چونکہ اب کچھ بھی نہیں دوسرے فریق نے
 پسند کیا۔ اولوالعزم بادشاہ بھی اس میں شریک تھا۔ اسی پرلے کو غلبہ رہا خراسان اور دارالانہر
 میں اوزبک شاہان تمیمہ کو اگرچہ شہادت کر چکے تھے مگر ایران میں ایک اور بدست حریف
 ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ شاہ اسماعیل صفوی نے اپنی بلند مرتبہ سے ایران میں سلطنت صفویہ
 کا بنیادی پتھر نصب کیا اور ذوالفقار حیدری کو پرش کا لوہا تمام ایران میں مل گیا۔ اوزبک اور
 سے فارغ ہو کر دوسرے متوجہ ہوئے اور صمد عراق پر چاٹنا دسی دھر قریبی شروع کی۔ ہر قدر
 دونوں جہاز ٹکروں کا مقابلہ ہوا اور اوزبک نے کہا کہ جہاز کے اور قریب لاش سرخ زور ہے شیبانی
 اسی ہرگز میں مارا گیا۔ اسی فتح نمایاں کے حلقے میں زمانے نے خراسان شاہ اسماعیل
 کو پیش کیا۔

سمرقند و بخارا قیسری مرتبہ بار فتح کرتے ہیں

سمرقند میں بار کی بہن اوزبکوں کے پنجہ میں چنیں گئی تھی۔ اور شیبانی خاں نے اُس کو نکاح کر لیا تھا۔ مرنے کے بعد شاہ صفوی نژاد نے اُس کو ویسا ہی برتاؤ کیا جو ایک جلوس مرد بادشاہ کو زیارت ہے۔ باغرازاؤ کو بھائی کو پاس کا بن بھیج دیا۔ بار نے شیبانی خاں کے قتل کا مجرا جو سمرقند و فرغانہ پھر یاد آیا۔ شاہ اسماعیل کو پاس بھیجی اور ہڈیے بھیج کر اتحاد کی سلسلہ جنمائی کی۔ اس طرف سے بھی یہ بیان ہو گیا کہ یہ ملک جعفر فتح کر لو وہ تمہارا ہے۔ بار غزنی سے فوج فراہم کر کے براہ بدخشان ترکستان پہنچا۔ لوڑ شیبانی خاں اگرچہ مر گیا تھا۔ مگر جنگجو اوزبک بھی باقی تھے جب لڑائیاں ہوئیں لیکن بخارا و سمرقند بار نے فتح کر لیا۔ بخارا میں جو سنہو بیگ گونا مر کہ ہے شاہ صفوی کی رضا جوئی کی واسطے دوازدہ امام کا خطبہ پڑا گیا۔ اس مرتبہ آٹھ بیٹے ترکستان پر حکومت جاری رہی۔ فصل بہار میں پھر اوزبک جنگ آزا ہوئے۔ بار کو شکست ہوئی اور ناکامی نے ہمیشہ کو غریب الوطن کر دیا۔ اس ہم سے واپس ہو کر افغانستان کی حکومت کو بار پر استحکام دینا رڈ سرکش جگوں کو مطیع کرنے کی یہ تدبیر نکالی تھی کہ جو جرگہ سمرتا کی کرتا تھا فوراً بادشاہی فوج اُنکے سپر ہوئی تھی۔ انکو منتشر کر کے مقتول افغانوں کے سر و ٹکا منارہ بنا دیا جاتا تھا اور دہو اور دیگر بیاں ضبط کر لی جاتی تھیں۔ افغانستان میں قتل ہو کر بار نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اولاد تیموریہ میں یہ نام پہلی دفعہ انتخاب ہوا تیمور امیر اور اسکی اولاد میرزا (محقق امیرزا) کے لقب سے مشہور ہے۔

ہندوستان کو فتح کیا

۱۳۲۰ء تک بار انہیں خلیفہ مہلوں میں مصروف رہا۔ اسی زمانہ میں چار ملے سے ہندوستان پہنچے۔ لیکن چاروں مرتبہ اُسکی پورش پنجاب کے ملک پر چھوڑ دی ان حملوں سے غالباً اُسکا یہ مقصود تھا کہ سرحدی فرقوں کو مطیع و مانوس کرے۔ اگر ہندوستان میں ناکامی ہوتی تو افغانستان جو اسکو بیاہ لجاتی۔ امیر تیمور نے ہندوستان فتح ایکے پنجاب کو اپنی وسیع سلطنت کا ایک جزو بنالیا تھا۔ اُسکی وفات کو بعد یہ ملک اُسکی اولاد کے قبضے میں رہا جب وہ باہمی

نرا عمل میں پھنک کر ضعیف ہو گئے تو پنجاب کے حاکم خود سر بن بیٹھے۔ جب سلطنت لودویہ قائم ہوئی تو خطبہ پڑھا کہ یہ حاکم اس سلطنت کے برائے نام مطیع ہو گئے۔ سلطان سکندر نے انکو مغرور کر کے پنجاب کو اپنے ملک میں شامل کر لیا۔ بارہ نے یہ کہہ کر کہ یہ ملک ہمارا ہی ہے اپنے لشکر کو کبھی لوٹ مار کی اجازت نہیں دی۔ اور پنجابیوں سے ہمیشہ شائد بڑا ڈر رکھا۔ جو جیج اپنی شخصیت کر دی گئی تھی۔ بس وہی انتظام کو ساٹھ سال بسال وصول کر لیجائی تھی۔

حکمران باری کی وقت ہندوستان کی پولٹیکل حالت

آخر بارہ نے ان صوبوں کی آمدنی اور افغانستان کی آبادی سے اپنی فوج مرتب کر کے ۹۳۲ء میں براہ خیبر ہندوستان پر پانچواں اور آخری حملہ کیا۔ دریا ٹانڈس کو عبور کرتے وقت جب بخشی فوج نے جازہ لیا تو معلوم ہوا کہ اچھے بُرے ۱۲۰۰۰ آدمی لشکر میں تھے۔ رسد کی مصلحت سے ہار دامن کوہ میں سیالکوٹ کی طرف بڑھا۔ اور ۱۴ سبج الاول کو سیالکوٹ پر پہنچا۔ ہندوستان کی پولٹیکل حالت گویا اس وقت متقاضی تھی کہ کوئی بیرونی حملہ آور کو کامل فرمانروایان کی حکومت سے نجات بخشنے قوی و ضعیف سات حکومتیں حکمران باری کے وقت ہندوستان میں قائم تھیں۔ اول سلطنت لودویہ تھی۔ پنجاب سے بہار تک اس خاندان کی فرمانروائی تھی۔ اگرچہ ہمیشہ اس ملک کے بادشاہوں کا دار السلطنت دہلی ہی تھی۔ مگر سلطان سکندر نے گوالیار کی مصلحت سے اگرچہ کوہدہ قرار دیا تھا۔ سلطان ابراہیم اُس زمانہ میں تخت پر تھا۔ آٹھویں صدی ہجری کو خاتمہ پر سلطان فیروز شاہ غلجی کے بعد سلطنت دہلی کو خود سنبھالنا مشکل ہو گئی تھی اور وہ دراز صوبوں کو کون سنبھالتا۔ گجرات اور مالوہ کو گورنر خود سر ہو گئے اور چند برس پیشتر دکن میں دولت پتھان قائم ہو چکی تھی۔ بارہ نے جب یورش کی تو سلطنت گجرات ۵۷ برس کی ہو کر بستر نزع پر زندگی کو دن پور کر رہی تھی۔ مگر گس صفت امیروں نے اسکو دم بھلنے سے پہلے ہی حصے تقسیم کرنے شروع کر دیئے تھے۔ حکومت مالوہ بھی جبکہ دارالصدر ہندو (ریاست اندور) کا زوال کو کنہ رہ گئی تھی۔ اور انا ساٹھا کو دلیر ایمان لائے خاتمہ بہترین کر دیا تھا۔ سلطنت ہندو بھی جفا کار امراء کو ہاتھوں کو تنگ آکر غریبے م توڑنے والی تھی۔ بھاگوس بھی ایک اسلامی سلطنت دہلی کی ہم عمر تھی یورش باری کی وقت بھی اسکی قیادہ روم خیمانی تھا۔ ہندو راجاؤں میں دگر کو قابل صرف دو راجہ ہیں۔ ایک رانا ساٹھا چوڑا راجہ دوسرا راجہ بھجے نگر۔ بارہ چکے مقبضہ دہلی نے والا تھا۔ دو سلطان ابراہیم اور رانا ساٹھا ہیں۔ سلطان ابراہیم خودی

نصرت کا بادشاہ تھو جیسے ہر خاندان کو ملتا ڈنوا لڑنا زور دیا ہوئے ہیں۔ سلطنت بودیہ
 مان امیروں کی مدد سے قائم ہوئی تھی۔ سلطان بہلول اور سلطان سکندر
 امیروں کے ساتھ قنوت وجہوت میں برادوانہ پیش آتے تھے۔ دربار کے مراسم و آداب
 ہی کو پابندی بھی سادہ دل افغانوں کو کچھ مطلب نہ تھا۔ دربار میں اپنی بادشاہ کو زانو بزا نو
 بٹھتے تھے۔ سلطان ابراہیم لڑی نے تخت پر قدم رکھ کر پہلا کام یہ کیا کہ اگلے مدارات بالکل
 قوف کر دیو میناک افغان بگڑ گئے اور جو جہاں تھا وہیں خود سر بن بیٹھا۔ سلطان ابراہیم کا بہت
 احمد سلطنت ان اناکین سلطنت کو تباہ کرنے میں گزرا اگرچہ امرار پودہ غالب آگیا مگر ان زرا
 سلطنت کی بنیاد پڑی۔ سلطان ابراہیم تحمل بھی بہت تھا اس لیے تمام ملازم اس سے بڑا
 باز نجاں اور او سکادیرینہ سال باپ دولتخان دولت ابراہیمی کو دو نیم مختار سردار تھے۔ بابر کی غنیمت
 میں اس کے بچیاں جو یوں ادنیوں کو نسبت فخر مچایا تھا۔ سیالکوٹ میں پہنچ کر بارکو خیر بھیجی کہ
 باز نجاں اور دولتخان دریا ٹوڑ کر غزنی کن سے پر لکھ لے گئے تھے۔ بابر انکی کو شمالی کھانے
 کی طرف بڑے ہنوز کے قریب ہی پہنچا تھا کہ وہ منتشر ہو کر میدان چھوڑ گئے۔ ان سردار کا لشکر
 قلعہ ٹوٹ میں تھا۔ یہ قلعہ تلچ اور بیلاس کو باہرین شمال کو رخ کوستان میں واقع تھا۔ باہر سے اس
 قلعہ کو اکھیرا۔ بڑا دو دروازا تھا۔ تو قلعہ میں تھا۔ لیکن غازیخان کسی اور طرف کو نکل گیا تھا۔
 پورے سردار نے جلان بخت بادشاہ سے عہد و پیمان کر کے قلعہ کو خالی کر دیا۔ قلعہ میں دولت
 علی اور یہودیہ اس آواز کو وقت میں بابر کے بہت کام آئے۔ مصنف تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ غازیخان
 کا کتاب خانہ بھی مانے لگا جس میں نفیس کتابیں بکثرت تھیں۔ بادشاہ بابر کا بیان اسکی تریخ دیگر
 ہے۔ اسے بیان کیا ہے کہ اس کتاب خانہ کی شہرت کو بہت تھی مگر عہدہ کتابیں کم تھیں۔ مگر
 کتابیں بہت جمع کر رکھی تھیں۔ غازیخان کا چچان ہونا بھی اسکی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ ولایتی فقہ
 کے سوا بہت کم علوم و فنون کی قدر کرتے ہیں۔ اس عارضی ہم سے فایز ہو کر بابر نے بادشاہ
 کی طرف رخ کیا۔ اثنائے راہ میں اکثر دغا باز لودی امیروں کو خط لے۔ جنہوں نے جلد یورش
 کرنیکی ترغیب دی تھی۔ انہا کے قریب جا سوسوں نے خبر دی کہ حمید خاں حاکم حصا اٹھ کر
 فتح لیکر حصہ سے ہندہ کو س بڑہ کر مقابلہ کو آیا ہوا ہے۔ بابر نے نوجوان شہزادہ ہاوں کو حکم
 حکم دیا کہ وہ بھی لڑائی کو بعد حمید خاں کو قدم اکھڑ گئے۔ میدان ہاوں کے مانے را۔ جانیو
 بہ اول ہم تھی۔ باپ نے اس فیروزی کو صلے میں حصہ فیروز کا ملک ہو ہنا رہے تھے کہ مجھ دیا۔

سلطان ابراہیم سوم لڑائی

سلطان ابراہیم توتلی ہوتی ہویت کا کل آیا تھا۔ مگر شاید فاریجاں اور حمید خاں کا انجام دیکھنے کو وہیں ٹھٹھک رہا یہ دیکھ کر راستہ کے ان کانسٹن کو ہٹا کر بار بے کھٹکے چلا آیا ہے اپنے لشکر کو آگے بڑایا۔ بار بے اُس سے پہلے آکر پانی پت کا عہدہ موقع قابو کر لیا۔ فوج کا پڑا واسطی تھا کہ دست راست کو شہر پانی پت کی پناہ بھی سامنا اراہوں سے رکھا ہو تھا۔ اراہ ایک قسم کی گاڑی ہوتی تھی۔ سات آٹھ سوار اراہوں کو پکے چڑے کو قسموں اور بھیرو سے جکڑ دیتے تھے۔ اس طور پر ایک چھوٹا سا حصہ بن جاتا تھا۔ اس حصہ کی پناہ میں بندوچی باز مارتے تھے۔ ترکی فوج سے یہ ترکیب اخذ کی گئی تھی۔ فوج کی بائیں طرف کو خندق کھود دی گئی تھی۔ چھ کوس کے فاصلے پر سامنے سلطان دہلی کا لشکر تھا۔ دہلی کے لشکر میں تھینا ایک لاکھ آدمی اور ہزار ہا تھے۔ ایک ہفتے تک دونوں فوجیں مقابل ٹپسی رہیں۔ رجب کو علی الصبح جاسوس خبر لائی کہ غنیمت چلے گیا جانتا ہے شاہ باریہ سنتوہی اپنی مسلح فوج آ کر بڑا لایا اور میں دھار اور قلب درست کر کے میدان میں آجا۔ ہندوستانی لشکر نے اپنے صائبے کو مطابق تیزی سے حملہ کیا۔ جیش باریہ کو غلظت کو دور سے دیکھا کہ دھبہ رہ گئے اور اپنے قدم وہیں سے منہ پر لگے۔ قریب آئے پر شاہ باریہ نے حملہ کیا کہ فوج کا ایک حصہ غنیمت کو دائیں بائیں سے ٹھکرا کر اسکی پشت پر تیر پر سار ہو گئی۔ فوج کو تیر پر آگے بڑھایا۔ آفتاب ایک نیزہ طبع ہوا تھا کہ لڑائی زور سے شروع ہو گئی اور دونوں طرف کو بہادر وں اور غواگی کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ دوپہر کو سلطان کو دہلی مار گیا۔ اور پٹھانوں کے قدم میدان سخت ہنر وستان سے اکھڑ گئے اور فوج و ظفر نے شاہ فرخانہ کو دہلی کی مبارکباد دی۔ پانی پت کی ان تین لڑائیوں میں سو یہ پہلی لڑائی ہو چکی تھی شکست و سلطنت ہندوستان کا فیصلہ کیا ہے۔ دشمن کو ۶ ہزار آدمی کا مہ آئی۔ ۲ ہزار صرف اپنا آقا سلطان ابراہیم کو قدموں پر کئے پڑے تھے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہندو پٹھانوں نے کس جلی سے حق نمک ادا کیا۔ شاہ باریہ کے مقتول سپاہیوں کی تعداد نہیں معلوم ہوئی۔ مگر ان کی ترتیب و تربیت نے کثرت سے آدمی تک ہنر دینے ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہو کر بابر سلطان دہلی کے خیمہ گاہ کو گیا۔ مقام محبت پر کچھ عالیشان جیوں میں چندی

کھٹے پہلے ہندوستان کا پادشاہ اور ایک لاکھ فوج کا سپہ سالار تھیں تھا۔ ان میں ایک ہو کا عالم تھا اور وحشت دیا یوسی کا دلگیر ساں بندہ رہا تھا۔ نہ ذرق برق نقیب سے اور نہ طوطا ق کو چوہ دار۔ حسرت و سبکی البتہ دلگذاڑ صدا سو ابراہیم! ابراہیم! اچا رہی تھی میرنگی عالم کا یہ بھی عجب تماشا ہے کہ ایسی پر حسرت کیفیت کو دیکھ کر فاتح کا دل جو شمسرت اور انبساط سے میناب ہو گیا ہو گا۔ پادشاہ وہیں ماندہ سپاہ اور خستہ گھوڑوں کی خاطر سے ٹھہر گیا اور پہاڑ اور خواجہ کلان کو آگرہ اور کچھ امیروں کو دلی روانہ کیا کہ قلعہ نیپرقضہ کے خزانہ پر متصرف ہو جائیں چند روز آرام لیکر خود بھی باہر نکلیں دہلی کو آیا۔ شیخ نظام الدین اور قطب صاحب کو مقدمہ میں لایا فاختہ پر کھریون اور الو العزم پادشاہوں کو مقبروں اور یادگاروں کو دیکھا جو اس سے پہلے اس جہان میں تھا میں انہیں جوہر دیکھا کھلے تھے۔ اور زمانہ ڈواؤں کو مٹا کر قبروں میں آرام سے کھلا دیا تھا۔

من از اسودگی خفقان خاک و استم بیک غیر زخشت بہر خواب راحت نیست بالینے ۲۶ رجب کو شہ بابر آگرہ آیا سلطان ابراہیم کی شکستہ دل ماں جی اقبال مندی کا زمانہ گند چکا تھا بیکس ہو گیا اور بیچارہ یتیم کو لیکر دربار شاہی میں چلا گیا۔ اور موثر الفاظ میں کامیابی کی مبارکباد دی۔

شاہ بابر کے دل پر بھی مایوسی نے بہت اثر ڈالا۔ اسکو واسطے اسنے سات لاکھ روپیہ سالانہ کی پٹنر عطا کی اور آگرہ کو کوس بہر کو فاصلے پر جتنا کو کنا رو اوکو لیکر مسکن جو بزرگ دیا۔ سلطان ابراہیم یتیم کو کوا سنا اپنی تربیت میں رکھا اور مثل اپنے بچوں کو ناز و نعمت کو اسکی پرورش کی۔ ہندوستان میں فاختوں نے اپنے دشمنوں کو اقربا کو ساتھ لیا فیاضانہ برتاؤ با بر سو پہلے شایہ ہی کیا ہو۔ اگر مہذب زمانہ میں باہر دور ایسے تین دیکھو جلتے ہیں مگر ساڑھی تین صدی پہلے کو زمانہ میں ایسا ہونا حیرت کو خالی نہیں۔ امرالودی کو بھی اسنے اپنی فیاضی سے خدمت میں لیا۔ اکثر کی جاگیر اور خطاب بدستور رہی دی۔ فتح خاں شروانی۔ راؤ سروانی اور سلطان علاو الدین بن سلطان بہلول لودی اسکے عہد میں بھی معزز و مستند ہو گئے۔ آگرہ کا قلعہ خزانہ سے معمور تھا۔ ابراہیم لودی اور اسکو پیشروں نے جو دولت سالہاں دراز میں فراہم کی تھی زندہ دل پادشاہ نے اسکا ملاحظہ کیا۔ مال غنیمت میں ۲۰ تونہ وزن وہ بیش بہا الماس بھی تھا جسکا نام سلطان علاو الدین خلجی کو عہد کو ہندوستان میں روشن ہو رہا تھا۔ یہ زرد و جاہر دیکھ کر بار کو فیاض دل میں ایک جوش پیدا ہوا۔ اور اپنے عزیز اہل وطن اور کو با د آمو۔ ۹ مہرب کو اسنے بخشش شروع کی۔ ۱۰ لاکھ روپیہ الماس مذکور اور ایک سر بند خزانہ کا کمرہ چالیوں کو عنایت ہوا کسی امیر کو ۱۰ لاکھ

اور کسی سردار کو لاکھ بخش دیا جتنے سپاہی تھے۔ سب کو ان کی جانبازیوں کے صلے میں سوداگراں اور طلبہ وغیرہ جو فوج کے ہمراہ تھے وہ بھی فیضیاب ہوئے مکہ معظمہ مدینہ منورہ سمرقند خراسان کاشغر و عراق سبھی ملکوں کو تو سوغات بھیجی گئی۔ افغانستان کو نیز پنجویں ایک شاہ رنجی روانہ کی محمد قاسم فرشتہ نے اس بیل و خود کا حال لکھا ہے کہ اس دریا دلی ہر ایک زمانہ پر حضرت کی قلندری ہنویدا ہو گئی ہے۔ ابد اللہ کی عطا کردہ کہ اند و خستہ بودن ہر چند بابر فرما زوادی دہلی پر فتح پانچواں تھا۔ مگر ابھی بہت سی دقتیں حل کرنی تھیں۔ سلطان بابر کے عہد میں بامالکین سلطنت بہت زور پکڑ چکے تھے۔ اور ان کی یہ حالت نہ تھی کہ اپنے باپ و شاہ کے مغلوب ہونے ہی بیدست و پا ہو جائے۔ پانی پت کے میدان سر کر کے جب شاہ بابر آگے آیا ہے تو ہندوستانیوں اور مغلوں میں سخت مخالفت تھی۔ رعایا ہنگ و دور دور کھینچتی تھی افغانستانی سردار جو جہاں تھا وہیں سنبھل بیٹھا۔ سنبھل سیوات و مولپور گوالیار اٹاہہ کالپی۔ قنوج ہر ایک جگہ سرکش امیر لڑائی کو تیار تھا۔ بادشاہ جب آگرہ میں آیا تو ہلال شہر گھر چھوڑ کر ہناک گئے سپاہ کو رُسکی سخت مصیبت برداشت کرنی پڑی۔ بڑی بلا یہ تھی کہ اس وقت گرمی کی فصل تھی اور آگرہ کا تند و رُخوب گرمی تھا۔ سردار کے مغلوں کو اس بلا کی بد زمان سوا دل ہی مرتبہ سابقہ پڑا بہت سی گرمی کی تاب نہ لاسکے اور سر کر اس بلا کو نجات پانگئے۔ جو زندہ بچے انہی جہتیں بہت اور پڑ مردہ دل ہو گئیں۔ پورا افسر و سپاہیوں نے ایک زبان ہو کر کابل کو بھجی کر دیا دی۔ بابر نے تسلی و دلجوئی کر کے انکو روکا۔ اس پر بھی کچھ بدل ہی نہ ہوا خواجہ گلخان جو بابر کا یار و معزز امیر تھا کابل جانے وقت دلی کو کسی مکان پر یہ شعر لکھ کر گیا۔

اگر خیر و سلامت گذر نہ کند کم و سیاہ روز و نر شوم گر ہوا می ہند کم ہا ستر پناہنا کر دکھایا اور پھر کبھی ہندوستان کی دھوپ میں اپنا چہرہ کالانہیں کیا۔

اصلاح

بابر کو زندہ دل بادشاہ کی دلچسپی کا سامان ہندوستان میں کچھ بھی نہ تھا۔ نہ دلفریب باغ و نمونہ نہ دلربا چشمہ نہ علمی مدرسہ نہ تھا نہ ہوا دار مکان تھے۔ ہندوستان میں بابر کی بادشاہی کا قلیل زمانہ امن قائم کرنے کے ہی گذر گیا۔ اس پر بھی اوسنوں نقایص کو دور کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ دہلی پور۔ آگرہ۔ گوالیار وغیرہ مقامات میں کثرت سے آسنے باغ اور حمام اور بادلیاں بنوائیں۔ آگرہ میں امراتو شاہی کی بھی لب جہان دلفرا اور پر ہضاب باغ لگائے۔ ہندوستان نے یہ دلکش سہل

کہاں دیکھنا تھا۔ اپنی حیرت ظاہر کرنے کو غلیہ آب بھی کا نام کابل رکھ دیا اگر وہ بول پور کو الیا
 لول (علیگڑہ) وغیرہ میں ہر روز ۱۴۹۱ سنگ تراش شاہی عمارتوں میں کام کرتے تھے۔ گوالیار
 میں رحیم داد شاہی حاکم نے ایک مدرسہ بھی بنایا تھا۔ اگر امن قائم کر کے ہندو کابل مہلت دیتی
 تو جو کچھ اس نے علی جلوسے بجا را اور سرقد میں دیکھے تھے ان کی ایک جملک ہندوستان کو
 بھی دکھا دیتا۔ اسے واقعات باہری میں ہندوستان کا یہ نقص بھی بتایا ہے کہ یہاں کوئی مدرسہ
 نہیں ہے۔ ولایتی باغبانوں کو اسے حکم دیا کہ اگر وہیں سرحد ملک کے خربوز سزا اور انگور بولیں۔
 ہندوستان کے دوری میں جہاں بھول نظر پڑ جاتا تھا۔ شاہی باغبان میں اُسکو لے آنا گولیا
 کے میدان کو محلِ سُرخ آتشین رنگ کا اور بہار سے نیلو فر لاکر شاہی باغبان لگوا باغ اچھا گلان
 کو رانا سا نکالی مہم سر کر کے جو خط اسے لکھا ہے اس کے چند فقروں کا ترجمہ ہم لکھتے ہیں۔
 ہن فقروں کو سادو الفاظ میں باہر کی زندہ دلی کی ایک جملک پائی جاتی ہے۔ ہندوستان
 کی معاملات اب سر انجام ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں سرفراز ہو کر خدا راست لائے تو چلا آتا۔
 ہوں۔ اُس ملک کی لطافت کوئی کس دل سے بھول جائے۔ بالخصوص باب کریں تہاں ہوا
 ہوں۔ خربوزے اور انگور کے جوارِ حظ دل سے کیسے جاتے رہیں۔ ابھی ایک خربوزہ کھول
 دوسرے لائے تھے سینے کا ٹکڑا کھا یا تو عجیب تاثیر کی اور میں بے ساختہ رونے لگا۔

بابر کو زہر دیا گیا

۹۳۳ھ میں اس نیک بہاد بادشاہ کو زہر دینے کا سازش کی گئی۔ سلطان ابراہیم کے فرستادہ
 کے چند باورچی پادشاہ کیواسطے ہندوستانی کھانے تیار کیا کرتے تھے۔ سلطان ابراہیم
 کی ماں نے انکو بھوت دیکھا سبب پر آمادہ کر لیا کہ کھانے میں زہر ملاویں۔ بادشاہ نے
 داروغہ مطیع کو سخت تاکید کر دی تھی کہ ہندوستانی باورچیوں پر اعتماد نہ کیا جائے۔
 دیک تیار ہوا کرے پہلے کھانا باورچیوں کو چکھایا جائے۔ اس ضابطہ کے سبب دیک میں
 تو زہر ڈال نہ سکے۔ لیکن کھانا کھانے کیوقت کمبخت داروغہ غافل ہو گیا اور نیکو ام باورچی
 نے قاپ کی تہ میں زہر رکھ کر کاڑھ دیا۔ چلے تو بادشاہ اور کھانا تناول کرتا رہا۔ جب اُس
 زہر دانگوشت کا لقمہ لیا بے اختیار دل کو تنے لگا ضبط نہ ہو سکا اور وہاں سے اٹھ کر استغفر فرمایا چو
 کبھی شراب پیا بھی اسے تو نہیں کی تھی۔ اسلئے شک ہوا اور فوراً حکم دیا کہ باورچی حراست میں لیا

جائیں۔ کتے پر جو آزمائش ہوئی تو صاف کھل گیا۔ یہ کہ کھانے میں دوسرے بادشاہ پرچی پر جب شہد
ہوا تو اسے سب بھرم کھو لیا۔ چاشنی گیسر بادشاہ اور دو عہد میں مافوقہ نہیں۔ دوسرے
بابائے سرور بادشاہ باطنہ تحقیقات کی۔ چاشنی گیسر کے پڑے ہوئے والے۔ بادشاہ کا پوسٹ کچرا
اور ایک عورت باغی کے پاؤں کے نیچے ڈولانی گئی اور دوسری کے گولی مار دی گئی۔ ولاء سلطان
ابرہیم کا تمام اثاثہ البیت لٹا دیا اور خود بی صاحبہ کو قید خانہ کی ہوا کھلائی۔ سلطان ابراہیم
کے بیٹے کو صرف یہ سزا ملی کہ کامران کے پاس کابل پہنچد یگید انیسویں صدی کے آئین
انصاف کی دوسرے ان میں سے بعض سزائیں ویشانہ معلوم ہوتی ہیں اور حقیقتہً ویشانہ ہیں
مگر بابر کی نسبت بڑا کر کے وقت ہو کہ وہ فرزند لٹا دیا ہے کہ اسکا زمانہ آج سے سارے
تین سو برس پہلے تھا۔ اس زمانہ کے دستور کے مقابلے میں یہ سزائیں سر اسر انسانیت پر مبنی
معلوم ہوتی ہیں۔ اسے اگر سزائیں شدیدیں تو خاص مجرموں کو اور وہ بھی کال تحقیق کہے۔
دوسرے بادشاہ تو مجرم اور اوکا بل و حیل سب ہی کو میرا اور شدید سزا کا فایز تھا کہ اپنی موت نکلا
کو تکمیل دیتا۔

رانا ساٹھاکا کی لڑائی

زفر رفتہ ہندی تہذیب اور ارام ہو گئے۔ کچھ سختی کو کچھ نرمی سے راہ راست پر گئے۔ ان امر کا کٹرف
سے ہنوز اطمینان کلی نہ ہوا تھا کہ رانا ساٹھاکا کی سرگرم کوششوں کی خبریں گوش زد ہونے لگیں
رانا ساٹھاکا عجیب دل و دماغ کا راجپوت سردار تھا۔ مسلمانوں کی عداوتی کو بعد سر زمین ہندو ایسا شجاعت
اور بلند حوصلہ بر راجپوت پیدا نہیں کیا۔ مسلمانوں کی مذہب حالت کو جھک کر سے یہ عزم کر لیا تھا
کہ آریہ ورت کو طویل سے بھریا کر دے۔ مالوہ کی خود مختار اسلامی حکومت کو مڑی حصے پر
اسے اپنی قوم کی زندگی تبضد کر لیا تھا اور اب امیر میواڑ اور مالوہ کی حکومت تھی چنوراسکی
راہداری تھی۔ اپنی خدا واد قابلیت سے اسے جوہر پور و غیرہ کو سات اعلیٰ راجا ونگو جو کیکو
سیج ہو کر رانا ٹھک خیال کرتے تھے) اپنا دھکا رہا گیا اور وہ اس کے پہرے کیجے لڑتے تھے
جن چھوٹی ہندو طاقتوں کو اسے متفق کر لیا تھا۔ انکی اتحاد و ملحقیت رکھتا تھا بابر کے پاس اعلیٰ بیٹا تھا
کہ آپ سلطان ابراہیم پر دلی کٹرف نہیں میں آگرو پڑتا ہوں۔ اس طرح سلطان کو زبردستی
مرے دماغ تھا پاؤں۔ آگرو کوئی عضد تھا جس پر بادشاہ کا تھم (زخم) موجود نہ ہو۔ تو اور زبردستی کے

اسی زخم بدین چوتھے شاہ باہر پانی پت کے معرکے سے فارغ ہو کر مسلمان اطرد کار کر رہے تھے۔
 بادشاہ کا حکم صرف اسے باطل تو چھوڑ کر۔ رانا سا نکھانے جب دیکھا کہ اسکا لشکار اٹھ سو نکھانے
 ہے۔ جو باہر سے لڑنے کو تیار ہوا۔ بیان کے قلعہ دراج بہت پوسا میں شاہی فوج کا ایک دستہ تھا
 مہدی کی کمان میں تھا۔ خواجہ مہدی نے بادشاہ کو آگاہ کیا کہ رانا کا بہت سرگرمی دکھانا ہو گیا
 چھوڑ کر اسکی ٹھکانے کیجئے۔ یہ سنکر باہر سے بھی رانا سے لڑنے کا تہیہ کیا اور مہندوستانی امر کو مہینہ بھر
 بارہ جادی الاول مستعد ہو کر آگاہ کر دیا۔ قاسم میر انور کو بیدار دینہ افسر کے آگاہ
 بھیجا کہ فوج کو رڈ اپر کاش کھدو اور کویہ بات بلکہ م بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں ہو کہ دیا
 سندھ و ادھر بارہ کی سپاہیں سب ۱۲۰۰ آدمی تھیں۔ سلطان لودی کی لڑائی اور آگرہ کی سرنگ
 میں انہیں بارہ ہزار میں کام بھی آچکے تھے رانا نے آگرہ کرتا حث و تلاح شروع کر دی اور شاہ
 کو یہ قلعہ چھوڑ کر واپس آنا پڑا۔ ان لوگوں نے انکی فوج کی ہستی اور بیادری کی بہت تعریف کی
 انہیں روزوں شاہی فوج کے قراول جو جس ڈیڑہ ہزار آدمی تھے راجپوتوں سے مقابلہ ہو گیا۔ راجپوت
 بڑی بیادری کو لڑو اور بر باد کے شاہی قراول کو بھیجا دیا۔ اسی اثنا میں کابل سے ایک قافلہ
 آ رہا جس میں بدعت محمد شریف کو بھی تھا۔ سپاہیوں نے جو اس سے زالچہ دیکھ کر فرمائش کی
 تو اسے یہ کہا کہ میرے عرب میں جو۔ اس طرف سے جو لڑا شکست ہو گی۔ ان جرنیات کے پے دیے
 ظہور پذیر ہوئے شاہی فوج کے دل ہر اس کی ہو گئی اور سپاہی اور افسر سب کو رادوں میں تیار
 پیدا ہو گیا۔ صرف بادشاہ نظام الدین خلیفہ یہ دو شخص تھے جو عظیم درست اور اس مستقل ہستی

بابر نے شہزادے کو بہ کی

سپاہی بیدی کو بہر کو بہت اندیشہ ہوا۔ اور کئے الفور اسکے دفعیہ کی تجویز کی اور سوسے سے
 نائب ہوا اور جس وقت آگات سرور غزنی و طلالی تھے سب توڑ کر خیرات کر دی گئے۔ اور جو جام و
 حراتی دستی میں ذریعہ پیش و سرور ہو سکتے ہو کر سر راجستات جگتے۔ اللہ اس علی میں ملو کہ
 بادشاہ کو تائب ہو چکے سینکڑوں نے اس ام الجناہ سے توبہ کر لی۔ بابا دوست بھلے سی
 کھردان میں غزنی کی انھیں شہزادہ و نو پیر و کر دیا تھا۔ بادشاہ دین پناہ نے حکم دیا کہ تائب ہو کر
 سر کر بنایا جائے توبہ کر کے اپنے مقام ممالک میں مسلمانوں کے مال تجارت کا محصول
 احوال کر دیا۔

بادشاہ کی پیچ

سپاہیوں کا جوش و بھار دیکھ کر انہیں سب کو جمع کیا۔ اور یہاں پہنچ دی۔ سنوایا میرو بلو داس
 سے ہرگز نہ بچیں بلکہ فنا خواہد بود۔ آئندہ و باقیست خدا خواہد بود جو آدمی مجلس جات
 میں آکر بیٹھا ہے ایک روز اسکو پیمانہ اہل دنیا ہوگا۔ اور جو اس منزلِ زندگی میں آتا ہے
 ایک نہ ایک دن اسکو کوچ کرنا پڑیگا۔ پس بدنام جینے سے مرزا بہتر ہے۔ بنام کوگو میر دوست
 مرانام بادیقن مرگ راست خداوند تعالیٰ نے یہ لازوال سعادت ہو کہ نصیب کی ہے مگر
 مرجائیں شہید مریں اور اگر فتح پائیں غازی بنیں۔ آؤ بے فکر قسم کھائیں اور بھائی کو خیال کو
 دل کو نکال کر بھینکیں۔ جبکہ جسم میں جان ہو تاڑائی کو نہ ڈرے اس پر اثر تقریبے بنادول
 پر بہت اثر کیا اور سب قسم کھا کر جان بازی پر مستعد ہو گئے۔ پانی کی آرام کیو جب سے فتح پور سیکری کا
 میدان پڑا دیکھو اسے پسند کیا گئی۔ بابر تو یہاں رانا کو مقابلے میں حیدر بن تھا۔ وہاں ہندو سانی ہوا
 تھے میدان خالی پاکر خوب دھڑ پائوں بکھلے۔ کول (علیگڑھ) سنبھل۔ گوالیار سب جگہ ایک
 فتنہ برپا ہو گیا اور شاہی لشکر میں روزانہ کوئی نہ کوئی متوحش خبر ضرور آتی تھی۔ بادشاہ
 جو سپاہ میدان جنگ میں لایا تھا وہ کل بیس ہزار تھی۔ ان بیس ہزار سپاہیوں میں جو
 کارا ر ہودہ مغل اور ہندوستان کی نئی بھرتی کے سپاہی دو ہوشال تھے ہندوستانی
 امیروں کی شورش کا حال سنکر فوجی اکثر کھسکے گئے۔ جس حریف کے مقابلے کو یہ قبیل
 لشکر آیا تھا اسکی فوج کی ایک سرسری نظر مناسب مقام ہو گئی۔ رانا کا جہاز لشکر ذاتی آؤ
 امدادی فوج نہ پڑا تھا۔ خود رانا کی معرکہ دیدہ فوج اتنی ہزار تھی ساہی امدادی فوج ذیل کے
 مطابق تھی صلاح الدین ہادی ہارنگ بور مالوہ کی فوج ۳۰۰۰۰۰ حسی خان حاکم میوات کی فوج ۱۲۰۰۰۰ محمود
 ولد سلطان سکھ لودی کی فوج ۱۰۰۰۰۰ دراول اودہ سکھ راجہ دوگر کی فوج ۱۲۰۰۰۰ سپاہیل راجہ
 جے پور کی فوج ۱۰۰۰۰۰ میدنی رائو دالی چندیری کی فوج ۱۲۰۰۰۰ تربت ڈاڑا راجہ بوندی کی فوج ۱۰۰۰۰
 اور راجوں مہاراجوں کی فوج ۳۳۰۰۰۰۰ فوج رانا ۱۰۰۰۰۰۰ کل فوج دو لاکھ بارہ ہزار تھی اپنی تحفہ اودہ
 ان راجوں اور سرداروں کی ملکی آمدنی کے حساب سے راجہ کی مجموعی فوج کا اندازہ دو لاکھ کیا
 ہے ممکن ہے یہ تخمینہ غلط ہو لیکن اگر نصف بھی صحیح ہے تو شاہی فوجوں کو اپنے پیچھے آدمیوں
 سے نہ ڈرنا ہوتا تھا۔ رانا سا کا اگر چہ کابل اور حدیث شان ہندو کھانچا دکھا چکا تھا اور اسولے

عجب نہیں کہ اسے اپنا آپ کو کل ہندوستان کا بہاراج بنال کر لیا ہو۔ لیکن اب جو سپہ سالار اس کی جنگ آزمائش اسکی حالت ہند کے بادشاہوں سے کلمت متعارف تھی۔ اس نے قانون حرب لکھائیوں اور اونکوں کو اکھاڑ میں سکھو تھی۔ لاکھن اور جوانی میدان جنگ میں بہر کر وہی تھی اور اسکی خوار اشکاف شمشیر کے چوہر ترکستان سے ہندوستان تک میاں پہنچے تھے۔ ہندوستانی شاہوں پر اسکو قیاس کر لیا جاتا تھا۔ بادشاہ بابر کی یہ اجیز رائی سے سب سے پہلے اسلمہ اور تربت افوج کو کیکند بطل ہے ہم بیان کرتے ہیں کہ انھیں بالکل نہیں پڑنے کے فنون جنگ کی کیفیت منکشف ہو جائے۔ بابر کی فوج تیار تیرکان نیزہ اور کاروسو مسلح تھی ترکوں کی تقلید پر ہندو فوج اور توپ کا استعمال بھی شروع کیا۔ تہذیب و تمدن کا ایک نیا طرز تھا جلد انکی آتشیں ہتھیار تھوڑے عرصہ میں ارباب اہل کی ہتھیاروں کی ترقی ہوئی تھی۔ مگر یہ کچھ تھی۔ مگر کچھ اور تھا۔ لاکھوں سالوں تک میں ایک توپ کی تیئیس گولوں کا توپ جو ایک سو تیس گولوں کا تھا۔ ایک مرتبہ لنگاہ میں دو کشتیاں بھی توپ کو بادی نہیں تھیں۔ اس وقت علی علی باور مصطفیٰ دو ترکی بہادر توپ خانہ پر افسر تھے۔ اس وقت علی علی توپ ڈال بھی لیتا تھا۔ اس اجادی اس آخر ستاد کو علی الصبح معلوم ہوا کہ راجہ کیا چاہتا ہے۔ بابر نے بھی اپنی فوج کو گڑھ لایا اور موضع خانہ درج بہرہ پور کو میدان میں دونوں کا مقابلہ ہوا نظام الدین خلیفہ نے شاہی فوج کو تورہ چنگی خاں کو روسو مرتب کیا تھا۔ پھل جینی قلب میں خود بادشاہ تھا اسکو دست راست پر ایک دوسرے حصہ فوج کا تھا اس حصہ پر چین تیمور سلطان سلیمان شاہ (جو بدخشان کا پادشاہ ہوا) وغیرہ آٹھ امیر تھے اور دست چپ پر دوسرے حصہ تھا۔ اسپر علاؤ الدین بن سلطان بودی اور شیخ زبیر خوانی (دیر بادشاہ) وغیرہ سات ستر دایمین تھے۔ یہ دونوں حصے غول کے بازو تھے غول کے دست راست پر بنار فوج کا بازو دیر راست تھا۔ اسکی کمان شاہزادہ محمد ہمایوں قاسم حسین وغیرہ لگتے امیروں کو سپرد تھی اور غول کو دست چپ پر جو بنار فوج کا بازو دیر چپ تھا اس بازو پر جدی خواجہ محمد سلطان میرزا وغیرہ ۱۲۔ افسر تھے۔ سلطان محمد بخشی کچھ سپاہیوں کو اپنے بادشاہ کے قریب کھڑا تھا۔ یہ احکام شاہی سناتا تھا اور اپنے ماتحتوں کے ذریعے سے فوج کے افسروں کو آگاہ کرتا تھا۔ جو بنار کے سمت میں تو لقمہ فوج ایک اور حصہ نہ تھا۔ جہر ملک قاسم اور ستم ترکمان وغیرہ چار افسر ہاں تھے۔ یہ حصہ اس احتیاط سے تھا کہ جس حصہ پر دشمن کا زور نہ پڑا وہ ہوا اسکی مدد کر

تمام فوج چپاس کاٹاڑ مودہ اسوں کے چابج میں تھی جب سپاہ مرت پہنچی تو فرمان
شاہی صادر ہوا کہ کوئی انسر نہ اپنی اجازت اپنی جگہ سے جنبش کرے اور نہ حکم لے۔ ابھی
دن کو لڑائی شروع ہوئی۔ ابتدا ہندو کا زور برقرار تھا۔ بادشاہ نے عین تیور کو حکم دیا
کہ اس کی مدد کے عین عمدہ جگہ کر کے ہندو کو اپنے قلب تک ہٹا لیا گیا۔ مصطفیٰ رومی نے
برقعات سے باز رہتی شروع کی۔ عین معرکہ میں شاہی حکم برقرار کے ۳۰۰ انسر و فوجی ہتھیار
رومی کا لہہ ہٹا دیں۔ ہندو تہ تیہ ہو رہے تھے چار برقعہ کے اور تین ہتھیار کے انسر کے بعد
دیگر ہتھیار لگ کر پیچھے گئے۔ تو فوج نے جب فرمان ہندو فوج کی پشت پر حملہ کیا۔ سیلاب جنگ
پورے جوش پہنچا اور لڑائی بہت لعل پکڑ گئی حتیٰ کہ غول کے ایک حصے کو حکم ہوا کہ اراہوں کو
نکل کر ہندو فوجیوں کا سامنا کیا کر وائیں بائیں سے حملہ کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے
اراپہ ملنے کو لے کر خود حملہ کیا۔ بادشاہ کو حکم کرتے ہوئے دیکھ کر اسلامی لشکر میں ایک تازہ
دلولہ پیدا ہوا۔ اور انتہائی جوش سے دشمن پر وار کرنے لگے۔ عصر کے بعد تک لڑائی پورے
جوش پر تھی۔ اور کسی فوج کے چہرہ پر غلبہ کی نشانت نہیں پائی جاتی تھی۔ آخر آٹھ گھنٹہ
کی خونریزی کے بعد غروب کے قریب رانا کا خورشید اقبال زوال پذیر ہونے لگا۔ اپنی منکوت
دیکھ کر بہادر راجپوتوں نے پھر جی توڑ کر قسمت آزمائی کی۔ اور یہ ہنگامہ دائمی بہت خطرناک
تھا۔ تو زری دیر میں دلاوران مغل نے یہ مسرت خیز تماشہ دیکھا کہ میدان سے راجپوتوں کو
قدیم اٹھ گئے۔ رانا خود بصد و شکاری چلے گیا کہ میدان سے نکلے۔ اور اسی سال فرطین
و غصب سے عدم کی راہ لی۔ حسن خلد ہوائی اور جے سنگھ تک چند جوان اور اور نامی لڑے
میدان جنگ میں ماتھے پاؤں پٹ کر سر دھو گئے۔ شیخ زین خوانی نے فتح بادشاہ اسلام تاج
کبھی ہے اور حسن اتفاق کہ کال کو میر گیسو نے جو راجہ کی بی بی اسکا مادہ تاج بھی ہی تھا۔ شاہ
سخن سنے نے دو تاج کوٹوں کی مناسبت کر دی کہ صرف دو تاج لے لیا۔ یہ فتح تعلق ہندوستان
میں بہت نمایاں اور شاندار ہے۔ اسکی کامیابی پر خیال کرنا چاہیے کہ سلطنت منلیک
بنیا دہندوستان میں جمی بارہکی فوج بہت کم تھی اور رانا کا لشکر کثیر اور تازہ مودہ کا رشتہ فوجی
استقامت اور ضبط امارت کاروان کی کثرت اور خود اپنی ۳۴ برس کی مہارت جنگ سے بارہ قلب آیا
اگر یہ اسباب نہ ہوتے تو رانا کی کامیابی میں بہت کمر بند تھا۔ اس میدان کو حیت کہ بادشاہ نے فوج کو
اختیار کیا۔ محمد شریف بھی مبارکباد کو حاضر ہوا۔ اول تو بارے بہت ملامت کی لیکن پھر ایک لاکھ

رو پیر انعام دیکر اپنی عہداری سے باہر نکال دیا۔ راجا سا نکلا سو میدان فتح کو گئے بابر نے اسکے مددگار میدان
راہیوں پر چڑھ کر کیا اور چند یومی چند روز کو محاصرے میں لایا۔ چند یومی پر کامیاب ہو کر پتہ نہ پر پودش کی
اونٹوں کو بھی مالک محروس میں شامل کر لیا۔ اس قایم کر کے ملک کا دورہ کیا۔ اور گوالیار گول پود پتہ
اور وہ وغیرہ کا ملاحظہ کیا۔ اگر ہر گول یک پمیش کا حکم دیا اور محکمہ پمیش کو یہ ہدایت کی کہ
مہر کو کس پر ایک منارہ ۱۲ انچ اونچا بنایا جائے اور ہر ایک منارہ پر ایک چار درہ چہ ہر
دس کو س پر ایک ٹوٹے ڈاک چوکی مقرر کیے جائیں۔ اگر خالصہ شاہی میں ہوں تو سائیس
کی تھواہ اور ٹھوٹے کا دانہ چارہ خزانہ سے ملے۔ ورنہ جس امیر کی جاگیر میں پہلے اس کو ذمہ
رہے۔ اسی سال شاہ غازی نے اگرہ میں باغ کا دربار کیا۔ تمام شاہی امراء اور سلطنت
صفویہ اور بیک اور ہندو راجاؤں کو سفیر باریاب ہوئے۔ سب نے تہذیب پیش کیں۔ نذرانوں کو بھی
خاصہ لایا گیا۔ خاصے سوغات ہو کر بادشاہ نے مست نامی اور اونٹوں کی لڑائی مشاہدہ کی
پہلوؤں کی کشتی ہوئی جس پر چوبیس کو بچھاڑا اس کو انعام ملا۔ ہندوستانی بازیگروں نے بھی
خوب تازہ کرت دکھائے۔ تمام سخت لوگوں کو خلعت عطا ہوئے۔

بنگالہ کا فساد

بنگالہ میں سلطنت لودھی کو بقیہ اجڑانے والے کو محکم سے ملکر ایک فساد برپا کیا اور چنار ضلع
میرزا پور کے) قلعہ پر دھڑکی دھکی دی رہے تھے۔ بادشاہ خود اس کے استقبال کیلئے لڑکھڑکے
لیگ گیا۔ اور ان کو شکست پر شکست دیتا ہوا حاجی پور (بہار تک) چلا گیا حاجی پور میں
دشمن کو استقبال کی فکر میں تھا کہ بنگالہ کی ہیب برسات شروع ہو گئی۔ افغانی سردار بہت
تنگ آگئے تھے۔ بارش کو انہوں نے رحمت سمجھا اور صلح کی تحریک کی بادشاہ کو پرتان صلح
پر مجبور کیا۔ اور صلح کے کے اگرہ واپس آیا۔ اثنائے راہ میں لشکر کناری گنگا کے کوچ کرنا تھا
اور بادشاہ خود میرزا بے لطف اٹھا تا کشتی میں آگیا۔ ایک روز دوسرے کو جب درخت نظر
آئی بادشاہ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میرزا ہے۔ بادشاہ کو شیخ بیچے نیسی کے مزار کا شوق ہوا
تھوڑی سی دور ہو کر میر گیا۔ اور فاتحہ پڑھ کر اور سپرد ہر سپر کرتا ہوا اور دلوں شاہی سے آواز حساب
کیا گیا تو تنہا کوس ٹھہر کر پیرا سرور سوار ہوا تھا اور اس تیری کڑا گیا کہ اکثر فریب اندام گھوڑے
تھک کر رہ گئے۔ بابر برسات کے اندیشے سے افغانی اجنار کو منتشر کر کے چلا آیا تھا۔ انکی قوت باطل
ذلیل نہیں ہوئی تھی یہی افغان میں جو ہارین بادشاہ پر صیبت کر بادل بکریا ہے۔ و اشمل السلام

کہ بادشاہ اگر ہمیں واپس آیا۔ اگر ہوا میں زندہ دل بادشاہ کو دو باتیں سو بہت مسرت
 حاصل ہوئی۔ اور یہ ایسی مسرت تھی جسکو وہ ہندوستان میں ترس گیا تھا۔ اول یہی
 پالیزکار اور داروغہ باغ ہشت بہشت نے خرپوزی اور انگوٹے کے چند خوشے لاکر پیش کیے
 خرپوزیوں کی فصل اگرچہ گذر چکی تھی مگر سلیقہ شعار پالیزکار نے کچھ پھل اپنا آٹا کئے و پھر
 لگا رکھو مگر۔ اس پر دور دراز وطن کی اس یادگار کو دیکھ کر بار بہت خوش ہوا اور واقعات باریک
 میں بادشاہ نے لکھا ہے کہ از بہت خرپوزہ و انگوڑی در ہندوستان فی الجملہ حور سندی
 شدہ۔ دو سہری مسرت یہ تھی کہ بادشاہ کی عزیز بیوی ماہم بیگم شوہر سے ملنے کابل سے
 آئی تھی۔ مدت سر پنجاب وغیرہ کو صوبہ داروں کو پیشوائی اور دیگر جزئیات کے متعلق فرمان
 نافذ ہو چکے تھے۔ بادشاہ کے آگے پہنچنے کے دوسرے روز وہ بھی مع الخیر وہاں آئی تھی۔
 یہ بیگم بادشاہ کو نہایت عزیز تھی۔ بارگے دل کو بعض بد مزاج بیویوں کے اخلاق سے متاثر
 پہنچا تھا۔ ماہم بیگم نے اپنی سلیقہ اور تہنیر سے وہ سب صدمے بھلا دیئے تھے۔ یہاں پر اور
 ہندوؤں کی بیگم کے بطن سے ہے۔ کابل کو جب روانہ ہونے لگے تو اسے لاکھ سوسہا
 طرز پر ایک فرمان حاکم پنجاب کو لکھا کہ فلان تاریخ سرحد پر ہمارے خیر مقدم کیواسطے حاضر ہونا
 دلی میں پرنے قلعہ کے پاس ایک مدرسہ اور مسجد ہے جو ماہم کا مدرسہ مشہور ہے۔ مشنر
 نے لکھا ہے کہ مدرسہ اور مسجد ماہم بیگم بابر بادشاہ کی بیوی کی تعمیر کردہ ہے۔ شاہ جلال الدین
 اکبر کی انا کا نام بھی ماہم بیگم تھا یہ مدرسہ اور مسجد چلری راٹوں میں اس ماہم کی بنائی ہوئی ہے۔
 ماہم بیگم بابر بادشاہ کی بیوی کی۔ اس مدرسہ پر یہ تاریخ کندہ ہے۔ صوبہ و باں جلال الدین محمد
 کہ باشد اکبر شاہان عادل و چو ماہم بیگم عصمت پناہی و بنا کرداں بنا ہیرا فاضل و دلی
 شہ سماعی اس بقعہ خیر و شہاب الدین احمد خاں بادل و زری خیریت اس بقعہ خیر و کشتہ
 تاریخ اور خیر منزل و اس قطعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ اکبر بادشاہ کے عہد میں بنایا گیا
 جہاں تک میری نظر تاریخ پر پڑی ہے معلوم نہیں ہوتا کہ ماہم بیگم اکبر کی دادی اس کے عہد میں
 زندہ تھی البتہ مریم مکانی اس کی ماں اس کے عہد میں حیات تھی قطعہ کا تیسرا مصرعہ صاف
 کہہ رہا ہے کہ شہنشاہ عسکری دادی کے متعلق یہ بیان نہیں ہے کیونکہ صرف عصمت پناہی
 یہ وہ لفظ تھی و لا مرتبہ بیگم کی شان کو مناسب نہیں۔ بلکہ ایک معزز شریف زادی کو شایان
 میں شہاب الدین احمد خاں نیشاپوری جس کا اس تاریخ میں جو الہی و اکبر شاہ کی انا ماہم بیگم کا عزیز تھا

اسکے اہتمام سے بننا بھی ہمارے عہد کا پروردگار ہے۔

بابر کی وفات

یگیات کے آنے پر ڈیرہ سوکھاروں کو مزدوری دیکر کابل پہنچا لکھنؤ میں سو سو روپے ملائیں جب
 ۱۵۳۹ء کو بادشاہ پر پیوستی طاری ہوئی۔ مرنے لگا اور ڈیرہ سوکھاروں کو لکھا۔ یہ کہو نہیں معلوم
 کہ کیا مرض بہانہ موت ہوا۔ بہر حال معالجہ سے کچھ نفع نہیں ہوا اور مرض کی سختی آہستہ آہستہ
 پیشگوئی کی گئی۔ بادشاہ نے ہاپوں کو کاشمیر ملک پنجاب کے محاصرہ سے بلا کر ولیمپہ
 کیا۔ پیر کے دن جمادی الاول کی پانچویں کو نام اللذات کی ساعت آدھنی بدور شاہ ظاہر
 محمد بابر غازی جو فرغانہ میں پیدا ہوا۔ اور توں بدخشان کے کوہستان میں سرگردان رہا
 تھا۔ آگے میں اس حقیقت کو عالم بالاکو گیا کہ دیر پا کس سے لیکر دریائے گنگا کے نشیب
 تک ایک اس کو زمینیں تنہا معنی مغفرت کے عجب آزار و مرقعہ مرنے دم لسنے وصیت
 کی کہ اسکی لاش کابل بھی جائے اور اگر اوزبکوں کا اندیشہ ہوتا تو وہ بالضرور اپنی پاپ کے
 پہلو میں دفن ہونکی وصیت کرتا دایہ اللہ العزیز بادشاہ کی لاش کو بھی بالضرور ۵ میل ط
 کر کے آرام لینا مناسب تھا۔ اور یا یہ سنندھ دل کی قبر کے واسطے بھی ہنر و وار کابل ہنر و
 تھا۔ وفات کے بعد فرسوس مکاری اسکا لقب ہوا۔ اور دی اہستہ روزی بادشاہ کی وفات پر
 چند روز اسکی لاش اگر وہ میں نظر کشن رخ میں وجوب آرام باغ مشہور ہے مات ہئی
 وہاں سے لجا کر قافل کے قدم گام پہل میں خاکیں ملائی اسکے پڑتے شاہ جہاں بادشاہ
 نے اپنے نامور نورث کو احترام کیواسطے قبر بقیس سنگ سرمر کا مقبرہ بنا دیا یہاں میں نامور
 بابر کی موت و زندگی کے مختصر جوہل جوہل بیان کر دیں۔ لیکن ابھی کچھ اہل کسنا اور سیا
 کرنا باقی ہے اس تصویر میں بابر کے چند اندرونی صفات کی جہلک معلوم ہوتی ہے کچھ
 صفات کی چھک اس بیان سے ہویدا ہوگی۔

علم و تحقیق

بابر کی عمر میں مستقل کن ۱۳ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا اور تخت پر

شاہ دیکھو تاریخ غفر شد احوال شاہ دیکھو آثار حسنا و بد حال حدیث نام ہم ہیکم و

بائیں ۳۳ برس تک زمانہ ہو یہ ۳۳ برس راحت و راحت و جھڑو بسر ہوئے۔ آپ نے دیکھ لیا یہ باجوہ کیسی
 خالی ہونگا کہ ۱۱ برس کی عمر سے ۳۳ برس کی عمر تک ایک جگہ نہ تھوڑا سو دو عیدیں نہیں کیں۔ یا
 بالفاظ دیگر سال بھر کسی مقام پر چین کو نہیں بیٹھا علم اور کمال کو کچھ انہی مناسبت اسکو ملتی اور
 مبدیہ فیاض بنو ذوق سلیم اسکو عطا ہوا تھا۔ ان کی اٹھارہ اور شریفوں میں بھی اسکو علم کی طرف
 ایک خاص توجہ رہی۔ ابتدائے زمانہ میں اسکو بہت کم فراغت حاصل ہوئی جو بالبعثاً تحصیل کسریہ کیلئے
 متواتر توجہ اسکو واسطے علمی شان بھی حاصل کر لی۔ فقہ حنفی میں اسکو خاص مہارت تھی محمد قاسم رشیدی کا
 یہ اعتقاد ہے کہ مجتہدانہ قوت رکھتا تھا۔ ترکی نظم میں ایک فقہ کی کتاب لکھی ہے۔ جبکہ نام مشہور ہے
 واقعات باری میں کچھ اشعار اسکے نقل کیے ہیں۔ باریکی مادری زبان چٹائی ترکی تھی ترکی میں اشعار
 بہت کہو میں اور واقعات مذکور میں جا بجا کثرت سے درج ہیں۔ مگر افسوس عدم قابلیت کو سبب ہم
 انکی نسبت کچھ کہہ نہیں سکتے۔ اپنی سوانح ابتدائی سخت نشینی سے آخر عہد تک اسی زبان میں
 قلمبند کرتے ہیں محمد قاسم فرشتہ کہتا ہے کہ شیخ نوشہ کو قضی قبول دارند عبدالرحیم خاں زبیر آقا کاشغری کی
 قریش سے تعلق توجہ فارسی میں کیا۔ جو واقعات باری کو نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا
 ہے کہ ہندوستان میں لکھی گئی جو بالحق نہایت راستبازی اور جی رستی سے اس کتاب کو لکھا ہے۔ اسکو
 راستباز قلم نے نہ بابر کا باپ کو عیوب چھپا دی ہیں اور نہ اسکو جانی دشمنوں کو گہروں کو چھپوئی کی پرستش
 اور بابر کی رائے اسکو باب کی نسبت لکھی ہے۔ اس سے اسکی آزادی رائے کا اندازہ ہو سکتا ہے جس بحث کا
 پہلو آڑا ہے نہایت بسط اور تحقیق سے اس میں صفحہ کو صفحہ لکھ دئے ہیں۔ ہندوستان کو بیان میں ۴۴ صفحہ لکھے
 ہیں۔ یہاں کو حیوانات۔ نباتات۔ رسوم و عادات سب باتوں کو بحث کی ہے۔ اور کچھ لکھا ہے۔ شاید کوئی
 ہندوستانی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات غلط لکھی ہے۔ انگریزی میں بھی اسکو دو ترجمے ہوئے ہیں اور سٹرلین
 کی شہادت کو مطابق تمام عالم فراس کتاب کی تعریف کی ہے جو خواجہ مولانا اسکے اوستاد کی تربیت سے
 اس میں سلامت روی و سادگی کا ایک ماوہ پیدا ہو گیا تھا۔ ادیبی دو مصنفین میں جو طالب
 کو اپنے مقصود میں کامیاب کر سکتی ہیں۔ ماوراء النہر و خراسان کا ہر شہر و قریہ اسوقت علمی کیفیت اور
 اور کیفیت کمال سے سرشار ہو رہا تھا۔ بابر جہاں گیا خواہ کسی حال میں تھلا اہل کمال
 سے ضرور مستفید ہو کسی بات کو محض رواج اور تقلید کی بنا پر وہ کبھی تسلیم نہیں
 کرتا تھا۔ تاری معلون کی تاریخ جن صاحبوں نے پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ تو ک
 بیشتر چنگیز خاں کے قواعد کو احکام انکی سے زیادہ واجب اصل خیال کرتے تھے۔

[illegible]

ابن جبریل بادشاہ جنگ میں بہ شہادۃت ہر دم میں ایک یار باں رند۔ محمد تقی اسم فرشتہ شائستگی علم کی نسبت
 دیکھا جو تو علم نصیب تھی بہت بود و در علم موسیقی و شعر و دانش و ادب نظر نہ داشت۔ وقایع سلطنت خود را در تذکرہ
 بنوی نوشتہ کہ فصحا قبول دارند۔

امراۓ شاہی

اہم تھے اس جہان میں جو کچھ ترقی و عروج حاصل کیا وہاں بلند اہم و اہم نامہ امرا کی بدو اور سی سی ہونے والے
 یہ تھی۔ وقت پیکار بہادر سپہ سالار تھے۔ ان کو زمانہ میں دانا مشیر اور صلاح کار اور مصیبت میں یار و غما راہ
 یک چہرہ گرد تھا۔ جھکاؤں کا نہ کو محاصرہ میں کوئل کہنا چاہیے۔ جنگی اور ملکی سب معاملات اس کو نسل ہم
 ہشت کو بعد فنا پذیر ہو کر تو کلشتر مباحثوں میں مشیر و مکی راہبہ و شاد کو خلاف ہوتی تھی اور قابل خود اہم و بخت
 ہو جاتے تھے۔ ہاں کو صلح و ہر کار پر و او پر امیر و مل کو محض یار نہ تھا۔ شاہی مے پرستی کو جیل میں وہ ہو کر
 شریک ہو کر تھے۔ بابر انکی دعوتوں میں جاتا تھا۔ کبھی دعوت اظہار ہوتی تھی اور کبھی ہر شام کا مسلمان
 تھا اکثر انکے سر طعنے و اس کو نہاوتیں کیں۔ مگر وہ کبھی دہ پے آزار نہیں ہوا۔ اہم و بخت انکی لغزشوں
 و حقو کر تہ و پوس علی محمد اسد کتاب دار تھا۔ اسم جیل محمد علی شاہ منصور برلاس۔ درویش محمد غلام
 لیسف۔ خواجہ گلان امرا میں زیادہ سر پر اور وہ تھے۔ ایک مرتبہ خواجہ گلان کو باجگاہ حاکم کے بیجا بخت چند
 و بعد معارف شاہی ہوئی اور یہ شعر تصنیف کر کے لکھیے۔ ہر قرار و عہد یار این جنیں نبود مرا پڑ کرب
 بحر اگر دے قراۓت بے شو انی زمانہ چہ چارہ سازد کس بچو کر و جدا یار راز یاد ناخوش۔

عیش و نشاط

شاہاب میں بہت زیادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ مشتبہ کھانسی کو قطعاً پرہیز تھا۔ اور اس مرتبہ احتیاج
 نرغون چھری وغیرہ کھانسی کو مستلکات پر بھی خاص نظر رہتی تھی۔ یہ خواجہ مولانا کو انقاہ قدیم
 اپنے انگو شرب چوکی تر عین بی لیکن اسے نہیں مانا۔ آخر خواجہ مولانا جگہ قبض صحبت
 شہید ہو گئے اور بابر کو ہوا ہو نشاط و اوڑی۔ ۲۳ برس کی عمر میں واپس ہی بہتر کی نظر کرنا
 درگواہ عیش کی اسٹیج پر آنے کے پکارا۔ وہ بل لیا۔ دختر رز کے عشق بھی اسکو اپنی طرف مائل کرنا
 نے مگر بے تحریک اتنی جرات نہ تھی۔ بھرک کون کرے۔ ہر ات جاتے تک ثابت تھا۔ ہر اتی تو سائی شہ
 بدو عشرت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میزبان شہزادوں نے اس کو بھی باور نوشی کی فرمائش کی۔ اس نے
 چھری کو چھریا۔ ہکو معلوم نہیں پھر کہاں اسنے جامہ ارغوانی لب سولگایا۔ کمال میں چھرا سکو ایک نگہ

میں دیکھتوں کہ ایک دلفریب سبز زار میں سنگ مرمر کا ایک حوض شراب کالی سو پرچہ اور گزہ شیریں
 سے موزوں و قو بہار سے دلبر خوش است نہ بابر عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست نہ زمان پر پیچیدہ
 ساقیان گل اندام ساقی گری لو دھارت ہوش پر کمر بستہ ہیں سابران یاران با صدا گو حلقہ میں بے تکلف
 اس دلکش سماں میں محبوب ہر جا ایک جانب مطرب خوش نوا خند دم حافظ شیراز کا یہ شعر باندگ تغیر گرا
 سے اسی خوش آرزو کہے پاؤں سرایے چند ساکن میکدہ بودیم نہ بدنامے چند کسی سمت سورج پرورد
 آری ہر سے بخورد ارک کابل سے بہ سیما بادہ پے درپے نہ کہ ہم کو است و ہم دریا و ہم شہر است ہم صحرا
 بابر ایک عیش کا نمونہ ہر کابل کو بہارستان میں بہی لطیف جگہ آباد کیا کبھی دھرت چار کو نیچے وہ چند
 تھا اور کبھی شغاف چشمیں کشتی پر بادہ پائی ہوئی تھی۔ لیکن روز ایک قاضی صاحب کا مکان بزم کی صورت
 پسند ہوا اور تمام سامان نشاط قریب سو لگا دیا گیا۔ قاضی صاحب بہت گھبراؤ گرا کر سر بادشاہ تھا۔
 بیچارہ غریب ہوتا تو کوئی ڈر نہ لگے ہوئے۔ آخر حرات کر کے کہا کہ اس مکان میں کبھی ایسا ہوا نہیں آئندہ
 ہے۔ میری سمجھ گیا اور فوراً حکم دیا کہ سب سامان وہاں سے اٹھ جائے۔ بابران جلسوں میں ایک سادہ دل رند کا
 وضع پر شریک ہوتا تھا۔ آداب شاہی اور آداب سلطنت کا کہیں نہ ہونڈ ہر نشان بہنیں ملتا تھا ایک یہ
 اپنی ایک امیر کو ساتھ شغل تمام کو دل چاہا گھوڑی پر چڑھ کر اکیلا چل دیا۔ یہ امیر جدوج کو قلاش تھا اور باد
 بھی بنگی قلاشی کو خوب جانتا تھا۔ ایک بونٹل میں وہاں لکھا تھا بادی کو باہر ایک ٹیکہ پر بیٹھ گیا اور اس کو
 کو دھن بلوایا۔ وہاں تو تربیت بزم کی فرمائش کی وہ تو قبول رند غالب کو قرض کی ہوتی تھی۔ گھبرا کر بابر نے
 بونٹل سے توڑا کھانڈا لے لیا اور تھوڑی دیر میں جنگل میں مشکل ہو گیا۔ تھوڑے سیل میں ہی قلعہ شراب سے توبہ کرنا
 اور کچھ کسی جس کا ذکر منہ نہیں لگایا۔

شاہی حرم کے بابر نے پانچ شاہان کیں اول تاجہ سلطان بیگم سی یہ بیگم بابر کو کچھ مرتب نہیں ہوئی۔ آخر تاجہ
 ہو گئی۔ ایک لڑکی اسے بطن سے ہی گر گئی۔ دھوم معصوم سلطان بیگم کی نکاح کو بعد تھوڑی روز زندہ رہا
 ایک لڑکی ہوئی اسی مرض میں یہ بیگم حلت کر گئی۔ رعایشہ سلطان بیگم کو بعد یہ شاہی ہوئی تھی۔ سوم زینت سلطان بیگم سلطان
 محمود نے نکالی تھی اور نہایت بد مزاج سب بابر اس سے بہت تنگ آکر اس کی عنایت کو دین کے بعد اس کا واسو اسکو کالی رہا
 باہم بیگم سنجہ والدہ عسکری کا لڑن۔ ان دو بیگموں کی نسبت میں سے ہمیں کس خاندان کی تھیں۔ افغان خاندان میں یوسف
 خاندان کی ایک لڑکی بابر نے علی مصلحت سے خواستگاری کی تھی۔ لڑکی کو باپ نے منظور کیا اور لڑکی کو بادشاہ کو بیاہنا
 مقرر نہیں کیا۔ سب کو کھانچ ہوا یہاں تھی۔ مگر حرم کو ناجائز کا عدو اسکو سخت نفرت تھی اور اس سے متعلق تھا تو اس کو
 حرم سے دور رکھا۔ یہ محاکفہ سے انوشاہ پیدا ہو سکتی ہے کہ انوشاہ کا کلمہ ارشاد ہے۔ رست نہ

پیشہ اخبار لاہور

جس میں ہفتہ ولادت اور ہندوؤں کے چیدہ چیدہ انگریزی اخبارات نامور اور کمپیٹ
مضامین حمید ہو کر درج ہو کر تھیں اور جس کی باقی تمام اردو اخبارات زیادہ زیادہ عمدہ
اور ناز و خیرین سے پہنچانے کا فخر حاصل ہو۔ ہوجا اپنی نہایت ازلان قیمت اور ہر مغیر زیادہ
ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات زیادہ چھپنے والا ہو قیمتیں مع محصول انک
مقطوعہ دو روپے دس آنے کی قیمت کی وصولی پر ایک لاکھ رت ہے ایک لاکھ نوشت ملتی ہے
اکٹھ

انتخاب الجواب

یعنی دنیا کی تمام نہایت دلچسپ اور نفعیہ کتابیں اخبار رسالوں اور تحریروں کا مجموعہ
جس میں ایسے ایسے علمی اور ادبی مضامین ہیں جو دنیا کے ہر گوشہ گوشہ میں پہنچ سکتے
ہندوستان میں کسی زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب سالہ سالہ چھپا
اردو زبان میں بے نظیر نعمت

یہ کتابیں ہر قسم کے تعلیمی مقاصد کے لیے نامزد ہیں اور ان سے ہر شخص کو فائدہ حاصل ہو سکتا ہے
صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ صاحبزادہ

